بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 70

ایڈیٹر منصور احمد

شمارہ 38

شرح چندہ
سالانہ 800 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

www.akhbarbadrqadian.in

15 صفر 1443 ہجری قمری ● 23 تبوک 1400 ہجری شمسی ● 23 ستمبر 2021ء

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَیۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡہُ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ

(سورۃ المائدہ:91)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً مدہوش کرنے والی چیز اور جوّا اور بت (پرستی) اور تیروں سے قسمت آزمائی یہ سب ناپاک شیطانی عمل ہیں۔ پس ان سے پوری طرح بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 17 ستمبر 2021 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، درازئ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

صدیق مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی جو بالکل راستبازی میں فنا شدہ ہو اور کمال درجہ کا پابندِ راستبازی اور عاشق صادق ہو

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

مقامِ صدیقیت

صدیق مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی جو بالکل راستبازی میں فنا شدہ ہو اور کمال درجہ کا پابندِ راستبازی اور عاشق صادق ہو، اس وقت وہ صدیق کہلاتا ہے۔ یہ ایک ایسا مقام ہے کہ جب ایک شخص اس درجہ پر پہنچتا ہے تو وہ ہر قسم کی صداقتوں اور راستبازیوں کا مجموعہ اور ان کو کشش کرنے والا ہو جاتا ہے جس طرح پر آتشی شیشہ سورج کی شعاعوں کو اپنے او پر جمع کر لیتا ہے اسی طرح پر صدیق کمالات صداقت کا جذب کرنے والا ہوتا ہے۔

کمالِ صدیقیت کے حصول کا فلسفہ

صدیق کے کمال کے حصول کا فلسفہ یہ ہے کہ جب وہ اپنی کمزوری اور ناداری کو دیکھ کر اپنی طاقت اور حیثیت کے موافق اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کہتا ہے اور صدق اختیار کرتا اور جھوٹ کو ترک کر دیتا ہے اور ہر قسم کے رِجس اور پلیدی سے جو جھوٹ کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے، دور بھاگتا ہے اور عہد کر لیتا ہے کہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گا، نہ جھوٹی گواہی دوں گا اور جذبۂ نفسانی کے رنگ میں کوئی جھوٹا کلام نہ کروں گا۔ نہ لغو طور پر، نہ کسبِ خیر کیلئے، نہ دفعِ شر کیلئے، یعنی کسی رنگ اور حالت میں بھی جھوٹ کو اختیار نہیں کروں گا۔ جب اس حد تک وعدہ کرتا ہے تو گویا اِیَّاکَ نَعۡبُدُ پر وہ ایک خاص عمل کرتا ہے۔ اور وہ عمل اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ سے آگے اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ہے۔ خواہ یہ اس کے منہ سے نکلے یا نہ نکلے، لیکن اللہ تعالیٰ جو مبدء الفیوض اور صدق اور راستی کا چشمہ ہے، اس کو ضرور مدد دے گا اور صداقت کے اعلیٰ اصول اور حقائق اس پر کھول دے گا۔ جیسے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ کوئی تاجر جو اچھے اصولوں پر چلتا ہے اور راستبازی اور دیانتداری کو ہاتھ سے نہیں دیتا، اگرچہ وہ ایک پیسہ سے تجارت کرے اللہ تعالیٰ اسے ایک پیسہ کے لاکھوں لاکھ روپیہ دیتا ہے۔ (ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 331، مطبوعہ 2018 قادیان)

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جس کو اللہ تعالیٰ بغیر مانگے اور بغیر طمعِ نفس کے دے

(1473) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وظیفہ دیتے تو مَیں کہتا: آپؐ اُن کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ اِسکے محتاج ہوں تو آپؐ فرماتے: اس مال میں سے جب کچھ تمہارے پاس آئے تو اُسے ایسی حالت میں لے لو جبکہ تم نہ خواہشمند ہو اور نہ سائل اور جو نہ ملے تو اپنے نفس کو اُس کے پیچھے مت لگاؤ۔

مانگنے کی مذمت اور اس کا عذاب

(1474) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی ہمیشہ لوگوں سے مانگتا رہتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اُس کے منہ پر گوشت کی بوٹی بھی نہ ہوگی۔

(صحیح بخاری، جلد 3، کتاب الزکاۃ، مطبوعہ 2008 قادیان)

......☆......☆......☆......

حشر کے معنی جمع کرنے کے ہیں اور یہ بعث مابعد الموت کیلئے اسلئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اس دن اگلے پچھلے سب انسانوں کو جمع کیا جائیگا حشر اُس اجتماع کیلئے بھی بولا جاتا ہے جو نبیوں کے ذریعہ سے اِس دنیا میں ہوتا ہے، کوئی نبی نہیں آیا جس کے ذریعہ سے حشر نہ ہوا ہو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دیکھو کیسا حشر ہوا کہ مختلف الخیال لوگوں کو ایک کلمہ پر جمع کر دیا گیا

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سورۃ الحجر آیت 26 وَاِنَّ رَبَّکَ ہُوَ یَحۡشُرُہُمۡ ؕ اِنَّہٗ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ (اور یقیناً تیرا ربّ ہی انہیں جمع کرے گا۔ وہ یقیناً حکمت والا (اور) بہت جاننے والا ہے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

حشر کے معنی جمع کرنے کے ہیں اور حشر انہی معنوں کے رو سے بعث مابعد الموت کیلئے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ اس دن اگلے پچھلے سب انسانوں کو جمع کیا جائے گا۔ حشر کا لفظ اُس اجتماع کیلئے بھی بولا جاتا ہے جو نبیوں کے ذریعہ سے اِس دنیا میں ہوتا ہے یعنی ساری قوم کو اختلاف اور جھگڑے سے نکال کر وحدت کی رسّی میں پرو دیا جاتا ہے۔ کوئی نبی نہیں آیا جس کے ذریعہ سے حشر نہ ہوا ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دیکھو کیسا حشر ہوا کہ مختلف الخیال لوگوں کو ایک کلمہ پر جمع کر دیا گیا اور پھر ساری دُنیا میں پھیلا دیا گیا۔ اس آیت میں دونوں حشر کی طرف اشارہ ہے۔ دنیوی حشر کی طرف اس طرح کہ گو آج تیری قوم تیرے خلاف ہے لیکن ایک دن سب کو تیرے ہاتھ پر جمع کر دیا جائے گا۔ حکیم و علیم کی صفات سے یہ بتایا ہے کہ فوری طور پر اس لئے جمع نہیں کیا گیا کہ یہ حکمت کے خلاف ہے۔ فوراً لوگ اسی طرح جمع ہو سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر تصرف کر کے انہیں جبر کے ذریعہ سے مسلمان بنا دیتا مگر اس کا کیا فائدہ تھا وہ لوگ جو اس طرح مسلمان ہوتے کسی انعام کے مستحق نہ ہوتے۔ دوسرے ان لوگوں میں جو خاص روحانی طاقتیں رکھتے ہیں اور نبی کو اس کے شروع زمانہ میں پہچان لیتے ہیں ان میں اور کمزوروں میں کوئی امتیاز نہ رہتا اگر ایسا ہوتا تو ابوبکرؓ اور ابوجہل میں کیا فرق رہ جاتا سب ہی ایک دم مسلمان ہو جاتے اور دُنیا ابوبکرؓ کی قابلیتوں اور ابوجہل کی نالائقیوں کو جان نہ سکتی۔ پس ایسا کرنا حکمت کے خلاف تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے جبر سے کام نہیں لیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قابل جوہروں اور ناقص لوگوں اور بالکل نا قابل لوگوں کے حالات دُنیا کو معلوم ہو گئے اور اس کے نتیجہ میں دنیا نے ابوبکر، عمر اور عثمان اور علی رضوان اللہ علیہم سے اپنے اپنے وقت میں فائدہ اٹھایا۔ اگر سب ہی پہلے دن مسلمان ہو جاتے تو ممکن ہے پہلی سیادت کی وجہ سے لوگ ابوبکرؓ کی جگہ ابوجہل یا ویسے ہی کسی آدمی کو اپنا سردار بنا دیتے اور ان فوائد سے محروم رہ جاتے جو ابوبکر وغیرہ سابق الایمان صحابہؓ سے ان کو پہنچے۔ علیم کہہ کر یہ بتایا کہ گو اس حکمت کی وجہ سے دیر ہوئی ہے مگر اس سے مایوس نہ ہونا چاہئے خدا جو علیم ہے تم کو بتاتا ہے کہ آگے چلکر سب عرب اس دین کے اصول پر جمع ہو جائے گا۔ اُخروی زندگی کے لحاظ سے یہ بتایا کہ ایک دن سب اگلے پچھلے لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور جمع کئے جائینگے اور اپنے اپنے اعمال کی جزا پائینگے۔ پس وہ ابتدائی تکالیف جو مسلمانوں کو پہنچ رہی ہیں ان کا خیال نہ کرنا چاہئے نہ ان لوگوں کو ناکام سمجھنا چاہئے جو اس شیطانی اور رحمانی جنگ میں فتح سے پہلے مارے جائینگے کیونکہ اصل روز جزاء تو مرنے کے بعد آنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور علم نے اس دنیا کو اصل روز جزاء نہیں بنایا۔

(تفسیر کبیر، جلد 4، صفحہ 50، مطبوعہ قادیان 2010)

......☆......☆......☆......

اس شمارہ میں

- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)
- خطبہ جمعہ فرمودہ 3 ستمبر 2021ء (مکمل متن)
- سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از سیرت خاتم النّبیین)
- سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)
- اہم سوالات کے جوابات : از حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ
- نیشنل عاملہ بلجیم کی حضور انور سے ورچوئل ملاقات
- مستورات سے خطاب جلسہ سالانہ برطانیہ 2021
- ذکر خیر: مکرم ڈاکٹر ملک بشیر احمد ناصر صاحب مرحوم درویش
- خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بطرز سوال و جواب
- اعلان وصایا | نماز جنازہ غائب بر موقع جلسہ سالانہ UK
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

126 واں جلسہ سالانہ قادیان 24، 25 اور 26 دسمبر 2021ء کو منعقد ہوگا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس للّٰہی جلسہ سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے، جلسہ کی ہر لحاظ سے کامیابی کیلئے دعائیں جاری رکھیں

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِي العَالَمِ ❂ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

شیخ محمد حسین بٹالوی کی عربی دانی کا امتحان

اگر محمد حسین امتحان میں پاس ہو گئے تو اُس کیلئے پچاس رُوپے کا انعام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ انعامی چیلنج ہم آپ کی کتاب ”حجۃ اللہ“ رُوحانی خزائن جلد 12 سے پیش کر رہے ہیں۔ محمد حسین بٹالوی کے متعلق گزشتہ شماروں میں ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ شخص سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق عوام الناس کو گمراہ کرتا رہا کہ آپؑ کو عربی نہیں آتی۔ آپؑ کی عربی کتب وتحرایرت پر اس نے اعتراضات کئے اور ایک موقع پر اس نے آپؑ کے ایک عربی الہام پر بھی اعتراض کیا اور کہا کہ عجب کا صلہ لام نہیں بلکہ مِنْ آتا ہے۔ محمد حسین کہنا یہ چاہتے تھے کہ خدا چونکہ غلطی نہیں کر سکتا لہٰذا یہ مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا بنایا ہوا الہام ہے نعوذ باللہ من ذالک لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ثابت فرما دیا کہ عجب کا صلہ لام بھی آتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ”ایک بچہ جس نے ہدایۃ النحو تک پڑھا ہو وہ بھی جانتا ہے کہ نحویوں نے لام کا صلہ بھی بیان کیا ہے جیسا کہ مِنْ کا بیان کیا ہے۔“ اس سے محمد حسین کی جو ذلت ہوئی اسکا دل ہی جانتا ہوگا اور اس سے محمد حسین بٹالوی کی عربی دانی کا معیار بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ خوامخواہ اس نے اَنَا اَعْلَمُ کا نعرہ مار کر اپنی رُسوائی کا سامان کیا۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام شیخ محمد حسین کی شیخیوں کو توڑنے کے لئے پہلے بھی کئی مرتبہ انہیں عربی تحریر اور عربی میں قرآن کریم کی تفسیر کے مقابلہ کا چیلنج دے چکے تھے لیکن شیخ صاحب کبھی میدانِ مقابلہ میں نہ آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”کیا یہ خدا تعالیٰ کا نشان نہیں کہ وہی شخص جس کی نسبت کہا گیا تھا کہ جاہل ہے اور ایک صیغہ تک اس کو معلوم نہیں وہ ان تمام مکفروں کو جو اپنا نام مولوی رکھتے ہیں بلند آواز سے کہتا ہے کہ میری **تفسیر** کے مقابل پر تفسیر بناؤ تو **ہزار روپے انعام** لو اور نور الحق کے مقابل پر بناؤ تو **پانچ ہزار روپیہ پہلے** رکھا لو اور کوئی مولوی دم نہیں مارتا۔ کیا یہی مولویت ہے جس کے بھروسہ سے مجھے کافر ٹھہرایا تھا۔ اَیُّھَا الشَّیْخ اب وہ الہام پورا ہوا یا کچھ کسر ہے۔ ایک دُنیا جانتی ہے کہ مَیں نے اسی **فیصلہ** کی غرض سے اور اسی نیت سے کہ تا شیخ بطالوی کی مولویت اور تمام کفر کے فتوے لکھنے والوں کی اصلیت لوگوں پر کھل جائے۔ کتاب **کرامات الصادقین** عربی میں تالیف کی اور پھر اس کے بعد رسالہ **نور الحق** بھی عربی میں تالیف کیا۔ اور میں نے صاف صاف اشتہار دے دیا کہ اگر شیخ صاحب یا تمام مکفر مولویوں سے کوئی صاحب رسالہ کرامات الصادقین کے مقابل پر کوئی رسالہ تالیف کریں تو ایک ہزار روپیہ ان کو انعام ملے گا۔ اور اگر نور الحق کے مقابل پر رسالہ لکھیں تو پانچ ہزار روپیہ ان کو دیا جائے گا۔ لیکن وہ لوگ بالمقابل لکھنے سے بالکل عاجز رہ گئے۔“ (سِرُّ الخلافہ رُوحانی خزائن جلد 8 صفحہ 398)

اس کے بعد سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب ”سِرُّ الخِلَافَۃ“ تصنیف فرمائی اور اس کے مقابلہ کے لئے بھی محمد حسین بٹالوی کو آپؑ نے دعوت دی۔ آپؑ نے کتاب کے ٹائٹل پیج میں تحریر فرمایا:

”یہ کتاب شیخ محمد حسین بطالوی اور دوسرے علماء مکفرین کے الزام اور افحام اور ان کی مولویت کی حقیقت کھولنے کیلئے بوعدہ انعام ستائیس روپے شائع ہوئی ہے۔ ستائیس دن بالمقابل رسالہ بنانے کے لئے مہلت دی گئی ہے اور یہ ستائیس دن روزِ اشاعت سے محسوب ہونگے“

غرضیکہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے بھی بارہا محمد حسین کو عربی میں مقابلہ کی دعوت دی لیکن محمد حسین ایک بار بھی مقابلہ کے لئے نہیں نکلے اور بارہا مقابلہ سے فرار رہ کر ذلیل ورُسوا ہوئے۔ لیکن پتا نہیں کہ شیخ صاحب کس مٹی کے بنے تھے کہ پہلی سب ذلتوں کو ہضم کر کے پھر وہی اعتراض کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس پر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر ایک مرتبہ اتمامِ حجت کے لئے اپنی کتاب حجۃ اللہ کے شروع میں ہی ان کی عربی لیاقت کا حال عوام الناس پر کھولنے کے لئے انہیں پچاس روپے کا انعامی چیلنج دیا۔ اس انعامی چیلنج کا ذکر کرنے سے قبل ہم چاہتے ہیں کہ محمد حسین کی عربی لیاقت کے بارے میں بھی کچھ عرض کریں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

شیخ بطالوی نے جس قدر اس عاجز کی بعض عربی عبارات سے غلطیاں نکالی ہیں اگر ان سے کچھ ثابت ہوتا تو بس یہی کہ اب اس شیخ کی خیرگی اور بے حیائی اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ صحیح اسکی نظر میں غلط اور فصیح اس کی نظر میں غیر فصیح دکھائی دیتا ہے اور معلوم نہیں کہ یہ نادان شیخ کہاں تک اپنی پردہ دری کرانا چاہتا ہے اور کیا کیا ذلتیں اِسکے نصیب ہیں بعض اہلِ علم ادیب اِس کی یہ باتیں سن کر اور اس کی اس قسم کی نکتہ چینیوں پر اطلاع پا کر اس پر روتے ہیں کہ یہ شخص کیوں اس قدر جہل مرکب کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ (کرامات الصادقین رُخ جلد 7 صفحہ 63)

نیز آپؑ نے فرمایا:

”میں ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ شیخ بطالوی علم عربیت سے بکلی بے نصیب ہے غلطیوں کا نکالنا اُن لوگوں کا کام ہوتا ہے جو کلام جدید اور قدیم عرب پر نظر محیط رکھتے ہوں اور محاورہ اور عدم محاورہ پر انکو اطلاع ہو اور ہزارہا اشعار عرب کے انکی نگاہ کے سامنے ہوں اور تتبع اور استقراء کا ملکہ ان کو حاصل ہو مگر یہ بیچارہ شیخ جس نے اُردو نویسی میں ریش سفید کی ہے علم ادب اور بلاغت فصاحت کو کیا جانے۔ کبھی کسی نے دیکھا یا سنا کہ کوئی دو چار سو شعر عربی میں اس بزرگ نے نظم کر کے شائع کئے ہوں اور مجھے تو ہرگز ہرگز اسقدر بھی امید نہیں کہ ایک شعر بلیغ و فصیح بھی بنا سکتا ہو یا ایک سطر لوازم بلاغت وفصاحت کیساتھ عربی میں لکھ سکتا ہو ہاں اُردو خوان ضرور ہے۔“ (ایضاً صفحہ 64)

کتاب حجۃ اللہ میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محمد حسین بٹالوی کی عربی لیاقت کا حال عوام الناس پر کھولنے کے لئے جو چیلنج دیا وہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا:

اَے دیکھنے والو اور کلام کے کھوٹے اور کھرے میں فرق کرنے والو تم جانتے ہو کہ میں نے پہلے اِس سے چند کتابیں عربی میں لکھی تھیں اور ان کتابوں کو میں نے ایسی زینت دی تھی جیسا کہ گھروں کو زینت دیا جاتا اور بلند کیا جاتا ہے۔ اور تم نے دیکھا ہے کہ وہ کتابیں موتیوں سے مشابہت رکھتی ہیں اور معرفت کا دودھ پلاتی ہیں اور میں امید رکھتا تھا کہ مولوی لوگ ان کتابوں کو منجملہ نشانوں کے شمار کریں گے اور میرے دیکھنے کیلئے اپنی کمر کو صحت نیت کے ساتھ باندھیں گے اور میں ہمیشہ اس امید کے ساتھ دل کو تسلی دیتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے ان کو نیت اور کام میں خراب پایا اور ظاہر ہو گیا کہ میری فراست خطا گئی اور مولویوں کی آنکھیں نہیں کھلیں اور نومیدی ظاہر ہوگئی اور امید کی نشانیاں منقطع ہو گئیں اور اس حد تک نوبت پہنچ گئی کہ شیخ بٹالہ جو طالبوں کے لئے ایک روک ہے میری کلام پر اس نے نکتہ چینی کی اور کہا کہ وہ قول رکیک ہے اچھا نہیں بلکہ غلط اور بیہودہ ہے اور بیان واضح اور عمدہ کلام نہیں ہے اور وہ تمام جواہر عربیہ اور نوادر ادبیہ اور لطائف بیانیہ اور دلکش نکتے کہ میں نے اپنی کتابوں میں لکھے اس مفسد نے چاہا کہ ان کے نور کو بجھا دے اور ظاہر ہونے سے روکے اور لوگوں کو منکروں یا شک کرنیوالوں میں سے کر دے۔ اور پھر اس کے ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا کہ وہ علم ادب میں فراخ دست اور بہت مالدار ہے اور ان لوگوں میں سے جو یگانہ ہوتے ہیں اور اسی طرح اپنی حق پوشی سے لوگوں کو دھوکہ دیا اور اپنے باطل کاموں سے لڑکوں کو ہنسایا اور صریح جھوٹ لایا۔ اور ہم تازہ موتی لائے پس اس نے ان کو اچھا نہ سمجھا اور ہم نے درخت کھجور اس پر جھاڑی پس اس نے ان کو شیریں خیال نہ کیا بلکہ متکبروں کی طرح بخل اور عناد میں بڑھ گیا۔ اور کہا کہ اس شخص کی کتابیں غلطیوں سے پر ہیں اور لطائف ادب اور نمکینی محاورات سے خالی ہیں اور صاف پانی کی طرح نہیں ہیں۔ پس وہ بات نہ کی جو واجب تھی بلکہ سچ کو چھپایا اور لوگوں کو روکا اور عوام کو دھوکہ دیا بعد اس کے کہ میری کلام پر فریفتہ ہوا۔ اور وہ خوب جانتا تھا کہ گواہی کا پوشیدہ کرنا گناہ ہے اور صادق کی تکذیب معصیت ہے۔ لیکن اس نے آخرت کو چھوڑا اور دنیا کو اختیار کیا۔ اور نفس امارہ کو حضرت احدیت پر مقدم رکھا۔ اور خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس کو اٹھاوے۔ پس وہ فاسقوں کی طرح زمین کی طرف جھک گیا۔ اور اس میں بجز لاف زنی کے اور بغرض دھوکہ زبان آرائی کرنے کے اور کوئی جوہر نہیں اور وہ جھوٹ کو آرائش دینے والوں میں سے ہے۔ ارادہ کرتا ہے کہ نور کو بجھا دے۔ اور لوگوں کو ظلم اور کفران میں زیادہ کرے۔ اور حق سے جاہلوں کو پھیر دے۔ اور بخدا وہ نہیں جانتا کہ بلاغت کسے کہتے ہیں اور اس کی شاخیں کیا ہیں۔ اور کیونکر اس کے بیان کا حق ادا ہوتا ہے اور فہم کلام کے مقامات میں سے کسی مقام تک وہ نہیں پہنچا۔ اور صرف چارپایوں اور محروموں کی طرح ہے۔ پس وہ بات جو لوگوں کو اس کے جھوٹ سے نجات دے گی یہ ہے کہ ہم اس پر اپنا کلام اور بعض دوسرے ادیب عربوں کا کلام پیش کریں۔ اور اپنا اور ان کا نام اس پر پوشیدہ رکھیں اور پھر اس کو کہیں کہ ہمیں بتلا کہ ان میں سے ہمارا کلام کونسا ہے اور ان کا کلام کونسا ہے اگر تو سچا ہے۔ **پس اگر اس نے میرا قول اور ان کا قول شناخت کر لیا اور گٹھلی اور دانہ کی طرح فرق کر کے دکھلا دیا پس ہم اس کو پچاس روپیہ بطور انعام یا تاوان دیں گے۔** اور یہ اس کی کرامت سمجھی جائے گی۔ اور ہم اس کو ادباء فاضلین میں سے شمار کریں گے اور قبول کریں گے کہ وہ عیب گیری میں راست گو تھا پس اگر اس آزمایش کے ساتھ راضی ہو اور اس میدان کے لئے طیار ہو تو بھلے مانسوں کی طرح ہمیں خبر دے۔ اور چاہئے کہ اس قصد کو اخباروں میں یقین کرنیوالوں کی طرح شائع کر دے۔ مگر میں پس میں اشتہار پر اطلاع پانے کے بعد چند ورق امتحان کے لئے اس کی طرف بھیج دوں گا۔ تا کہ خدا تعالیٰ مجھ میں اور اس میں فیصلہ کر دیوے اور وہ احکم الحاکمین ہے اور میں کئی برس سے دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص بیہودہ گوئی سے باز نہیں آتا اور خدا تعالیٰ کے مواخذہ سے نہیں ڈرتا۔ سو اس کے بخل نے اس امتحان کے لئے مجھے مجبور کیا۔ پس اگر میدان میں آیا اور جو دعویٰ کیا تھا اس کو ثابت کر دکھلایا۔ **اور میرے کلموں کو دوسروں کے کلموں سے علیحدہ کر کے دکھلا دیا سو ہم اس کو وہ انعام دیں گے جو ہم سے سن چکا ہے** اور اگر اپنا دامن سمیٹ لیا اور پھر گیا اور ہمارے وعدہ کا مطالبہ نہ کیا اور اپنے سوراخ میں داخل ہو گیا اور چھپ گیا اور تکذیب سے باز نہ آیا۔ پس اس کے لئے وہ دوزخ ہے کہ جس میں وہ نہ مرے گا نہ زندہ رہ سکے گا۔

اَلْمُعْلِنُ: میرزا غلام احمد القادیانی ۲۶؍مئی ۱۸۹۷ء

(حجۃ اللہ، روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 141 تا 147)

محمد حسین بٹالوی مقابلہ کیلئے نہیں نکلے، نہ پہلے کبھی انہیں مقابل پر آنے کی جرأت ہوئی اور ہو بھی کیسے سکتی تھی جبکہ وہ صرف اُردو دان تھے عربی دان نہیں تھے۔ آئندہ شمارہ میں ہم انشاء اللہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اَور انعامی چیلنج قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......

خطبہ جمعہ

ایک ہیرا تھا جو ہم سے جدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے وفا شعار، خلافت سے اخلاص اور وفا کا تعلق رکھنے والے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے جماعت کو عطا فرماتا رہے

سید طالع احمد شہید کے درخشندہ اوصاف کا تذکرہ

اس کا نقصان ایسا ہے جس نے ہلا کے رکھ دیا ہے۔ وہ پیارا وجود وقف کی روح کو سمجھنے والا اور اس عہد کو حقیقی رنگ میں نبھانے والا تھا جو اس نے کیا تھا

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حادثے کے بعد بہت سے اس معیار کے پیدا کردے

اے پیارے طالع! میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارے ان آخری الفاظ سے پہلے بھی مجھے پتہ تھا کہ تمہیں خلافت سے پیار اور محبت کا تعلق تھا

تمہارے ہر عمل سے، ہر حرکت و سکون سے، جب تمہارے ہاتھ میں کیمرہ ہوتا تھا اور میں سامنے ہوتا تھا تب بھی اور جب تم کیمرے کے علاوہ ملتے تھے،

چاہے ذاتی ملاقات ہو یا دفتر کے کام سے، تمہاری آنکھوں کی چمک سے اس محبت کا اظہار ہوتا تھا، تمہارے چہرے کی ایک عجیب قسم کی رونق سے

اس محبت کا اظہار ہوتا تھا، غرض کہ ہر طرح تمہارے ہر عمل سے یہ لگ رہا ہوتا تھا کہ کس طرح تم اس محبت کا اظہار کرو جو تمہیں خلیفۂ وقت سے ہے

اے پیارے طالع! میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تم نے اپنے وقف اور عہد کے اعلیٰ ترین معیاروں کو حاصل کر لیا ہے

امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ دی ہوگی

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 3 ستمبر 2021ء بمطابق 3 تبوک 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

گذشتہ دنوں ہمارے ایک بہت ہی پیارے بچے اور واقفِ زندگی عزیزم سید طالع احمد ابن سید ہاشم اکبر کی گھانا میں شہادت ہوئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ 23 اور 24 اگست کی درمیانی شب ایم.ٹی اے.کی ٹیم گھانا کے ناردرن ریجن میں ریکارڈنگ کر کے کماسی (Kumasi) آ رہی تھی کہ راستے میں سوا سات بجے کے قریب ڈاکوؤں کی فائرنگ سے یہ جو ٹیم کے تین ممبر تھے ان میں سے دو، عزیزم سید طالع احمد اور عمر فاروق صاحب زخمی ہو گئے۔ تقریباً ساڑھے چار گھنٹے کے بعد پہلے پولی کلینک میں ان کی میڈیکل ٹریٹمنٹ (treatment) ہوئی۔ اسکے بعد ٹمالے بڑے ہسپتال لے جا رہے تھے تو راستے میں سید طالع احمد کی وفات ہو گئی۔ ایم ٹی اے انٹرنیشنل سے دوسرے ملکوں میں تو شاید بعض شہادتیں ہوئی ہیں لیکن یہاں کی پہلی شہادت تھی اور واقفین نَو یو کے کی میرا خیال ہے شاید پہلی شہادت ہے۔

سید طالع احمد محترمہ امۃ اللطیف بیگم صاحبہ اور سید میر محمد احمد صاحب کے پوتے تھے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑنواسے اور اس طرح حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے پڑپوتے یعنی پوتے کے بیٹے تھے اور حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ حضرت اماں جان حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے چھوٹے بھائی تھے۔ اس لحاظ سے حضرت اماں جانؓ سے بھی ان کا سلسلہ ملتا ہے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی اور اماں جان سے پھر ایک رشتہ قائم ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ مرزا غلام قادر شہید کے داماد بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ جیسا کہ میں نے کہا وقفِ نو کی تحریک میں بھی شامل تھے۔

بائیو میڈیکل سائنسز میں ڈگری حاصل کی۔ پھر جرنلزم میں ماسٹرز کیا۔ 2013ء میں زندگی وقف کی اور پھر مختلف دفتروں میں کام کرنے کے بعد آخر پریس اور میڈیا میں ان کی تقرری ہوئی۔ اس سے پہلے سید طالع اپنی جماعت میں لوکل لیول پر بھی خدمات بجا لاتے رہے تھے۔ خدام الاحمدیہ ہارٹلے پول میں تبلیغ، تعلیم اور اشاعت اور اطفال کے شعبوں کا کام کیا۔ ان کی 2016ء میں ایم ٹی اے نیوز میں مکمل طور پہ تقرری ہوئی اور اس سے پہلے یہ ریویو آف ریلیجنز میں انڈیکسنگ (Indexing) اور ٹیگنگ (Tagging) کے ہیڈ کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ ایم ٹی اے نیوز کے لیے انہوں نے ڈاکومنٹریز بنائیں اور مزید تین یا چار ڈاکومنٹریز پر کام کر رہے تھے۔ یہ جو میری مصروفیات کا ہفتہ وار پروگرام ہے This week with Huzur اس کو بھی انہوں نے initiate کیا تھا، انہوں نے شروع کیا اور پھر آخر تک اس میں خاص دلچسپی سے اس کی ایڈیٹنگ وغیرہ اور سارا کام کرتے رہے اور یہ پروگرام ایم ٹی اے دیکھنے والوں کے لیے بڑا مشہور تھا۔ ایڈیٹر طاہر میگزین کے علاوہ مجلس خدام الاحمدیہ کے شعبہ اشاعت میں بھی خدمت بجا لاتے رہے۔ مختلف جماعتی رسائل مثلاً ریویو آف ریلیجنز اور طارق میگزین میں مضامین بھی لکھتے رہے اور پریس اینڈ میڈیا کے آفس کے تحت مختلف ممالک میں میرے ساتھ بھی اور ویسے بھی انہوں نے دورے کیے۔

عزیزم طالع کو اپنے کام کو ختم کرنے کے لیے اور صرف ختم کرنے کے لیے نہیں بلکہ معیار کے مطابق پہنچانے کے لیے ایک غیر معمولی جوش اور جذبہ ہوتا تھا اور اس کے لیے وہ کسی خطرے کی بھی پروا نہیں کرتا تھا اور اس کی شہادت کے واقعہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو ایک لمحے کی بھی فکر نہیں تھی کہ کیا خطرہ ہے۔ بس یہ فکر تھی کہ جس کام کے لیے میں آیا ہوا ہوں اس کو احسن رنگ میں سرانجام دے سکوں اور وقت پہ مکمل کر لوں۔ اسی لیے ایسے وقت میں سفر بھی شروع کیا جبکہ خطرے کے امکانات بہت بڑھ گئے تھے۔ ابوبکر ابراہیم صاحب ٹمالے (Tamale) کے زونل مشنری ہیں۔ وہ کچھ تفصیل بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ 23 اگست کو صبح جب ایم ٹی اے کی ٹیم سلاگا (Salaga) روانہ ہونے لگی تو انہوں نے طالع کو اپنا سامان پیک کرتے دیکھ کے کہا کہ ہوٹل سے چیک آؤٹ کر رہے ہو تو سلاگا سے واپس آنا ہے اور یہاں رکنا بھی ہے۔ طالع نے کہا وقت کم ہے اس لیے میں نے واپس کماسی ہی جانا ہے۔ ان کو مولوی صاحب نے کہا کہ آپ کو سلاگا سے واپسی پر دیر ہو گئی تو پھر رات کو سفر مناسب نہیں ہے لیکن بہرحال انہوں نے کہا ٹھیک ہے، پھر دیکھیں گے لیکن انہوں نے یہ بھی انہیں کہا کہ میں نے آگے سیرالیون بھی جانا ہے اور میرے پاس صرف مزید دو دن ہیں اور بہت سارے کام یہاں کماسی اور اکرا (Accra) میں کرنے والے ہیں۔ اس لیے میرا جانا ضروری ہے لیکن آپ کہتے ہیں تو دیکھوں گا۔ بہرحال جب واپس آئے تو انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ واپسی کا سفر کرنا ہے اور یہ واپسی کے لیے کماسی روانہ ہو گئے۔ پونے سات بجے طالع نے عمر فاروق صاحب کو کہا کہ نماز پڑھ لیتے ہیں۔ ان سب نے مغرب اور عشاء کی نمازیں باجماعت ادا کیں۔ پھر ان کو فکر تھی کہ سلاگا سے جو ریکارڈنگ کر کے لائے ہیں اور یہاں ٹمالے میں کی ہیں ان کی فائلز کرپٹ (corrupt) نہ ہو جائیں اس لیے سفر میں ہی انہوں نے اس کو لیپ ٹاپ پر محفوظ کرنے کے لیے کوشش شروع کر دی اور سفر کے دوران یہی کام کر رہے تھے۔ تو ان کو یہ نہیں تھا برداشت کہ کسی طرح بھی وقت ضائع ہو۔ اور پھر جو جماعتی سامان ہے اس کی بھی ان کو ہر وقت فکر رہتی تھی کہ یہ بڑا مہنگا سامان ہے، ضائع نہ ہو جائے۔

بہرحال پولیس رپورٹ کے مطابق یہ کہتے ہیں جب ایم ٹی اے کی گاڑی Mpaha جنکشن کے قریب پہنچی تو ڈاکوؤں نے ان پر فائرنگ شروع کر دی جس کے نتیجہ میں ٹیم کے دو افراد زخمی ہو گئے جیسا کہ میں نے بتایا۔ ان کے ڈرائیور کہتے ہیں کہ ایک گاڑی سامنے سے آ رہی تھی، اس نے مجھے خطرے کا اشارہ کیا جس کو میں سمجھ نہیں پایا لیکن بہرحال جب میں نے دیکھا کہ ڈاکو آگے آ گئے ہیں، ایک دم رات کو ہیڈ لائٹس کی روشنی میں مجھے نظر آئے تو بہرحال میں نے زور سے کلمہ پڑھا لیکن ساتھ ہی ڈاکوؤں نے فائرنگ بھی شروع کر دی۔ سید طالع گاڑی کے پچھلے حصہ میں بیٹھے ہوئے تھے ان کو بھی اندازہ ہو گیا فائرنگ سن کے کہ آرمڈ رابرز (armed robbers) سے مقابلہ ہو رہا ہے، حملہ ہو گیا ہے۔ عمر فاروق صاحب کہتے ہیں کہ اس فائرنگ کے دوران مجھے کولہے میں ران کے اوپر گولی لگی لیکن اس گولی کا مجھے احساس نہیں ہوا۔ گولیاں برسانے کے بعد ڈاکوؤں کی طرف سے خاموشی ہو گئی اور یہ لوگ پھر تھوڑی دیر بیٹھے رہے۔ بہرحال کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکو ٹارچ لے کر آگے بڑھے اور ڈرائیور اور مجھے گاڑی سے اتارا اور ہمارے پاس فون اور جو رقم تھی ہم نے ان کے حوالے کر دی۔ انہوں نے ہمیں باہر سڑک پر لٹا دیا، زدوکوب کیا۔ کہتے ہیں میرے سر پہ زور سے ڈنڈا بھی مارا جس سے خون نکلنا شروع ہو گیا لیکن اس کے باوجود کہتے ہیں مجھے طالع کی فکر زیادہ تھی۔ بہرحال یہ بھی بیمار ہیں، گولی بھی لگی ہے، سر بھی زخمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی شفا دے۔ ان کے لیے بھی دعا کریں۔ بہرحال اس کے بعد عبدالرحمٰن اور عمر فاروق جو ڈرائیور تھے وہ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہو گیا۔ جب ڈاکو ہمیں لُوٹ کے چلے گئے تو ہم ہمت کر کے اٹھے۔ فوراً گاڑی کی طرف آئے کہ دیکھیں طالع کا کیا حال ہے تو دیکھا کہ

اس کے بھی کمر پہ دائیں طرف گولی لگی ہوئی تھی اور اندر دھنس گئی تھی جس کے نتیجہ میں گاڑی میں ہی بہت سارا خون بہہ گیا تھا۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق یہی جان لیوا بھی ثابت ہوا۔

بہر حال سانحہ کے بعد انہیں ایک گزرتی بس کے ذریعہ سے Buipe پولی کلینک پہنچایا گیا۔ وہاں کچھ تھوڑی سی treatment ہوئی۔ پھر وہاں سے ٹمالے ٹیچنگ ہسپتال لے جانے کا فیصلہ ہوا لیکن راستے میں ہی ان کی وفات ہوگئی اور ہسپتال جا کے انہوں نے ڈکلیئر کیا کہ وفات تو ہو چکی ہے۔ عمر فاروق صاحب کہتے ہیں کہ طالع کا سر میری ران پہ تھا اور وہ بار بار مجھ سے یہی پوچھتے تھے کیا حضور کو ہمارے اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی ہے؟ دعا کے لیے کہہ دیا ہے؟ کہتے ہیں ہمارے پہ اس سانحہ کا شدید اثر تھا اور بے شمار اندیشے اور خوف تھے جو ہمیں خوفزدہ کر رہے تھے۔ کہتے ہیں سید طالع نے اس دوران میں جب ہم ہسپتال لے کے جا رہے تھے یہ بھی انہیں بتایا کہ دوران فائرنگ انہوں نے فوری طور پر لیپ ٹاپ اور دوسری چیزوں کو پچھلی سیٹوں کے نیچے دھکیل دیا ہے جو وہاں محفوظ ہیں وہاں سے نکال لینا۔ پھر انہوں نے مجھ سے کیمرے اور فون اور لیپ ٹاپ وغیرہ کے بارے میں پوچھا کہ کیا سب محفوظ ہے؟ کیونکہ انہیں فکر تھی کہ سب ریکارڈ ضائع نہ ہو جائے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب متعلقہ سامان محفوظ ہے۔

اسے فکر تھی تو جماعتی اشیاء اور اموال کی اور جو محنت کی تھی جماعتی تاریخ کو محفوظ کرنے کی اس کی حفاظت کی۔ بہر حال کہتے ہیں کہ نو، ساڑھے نو بجے کے قریب اس کی حالت بگڑنی شروع ہوئی جس کی وجہ سے پولی کلینک والوں نے فیصلہ کیا کہ فوری طور پر کسی ہسپتال منتقل کیا جائے جیسا کہ میں نے کہا کہ ٹمالے ہسپتال لے جا رہے تھے تو راستے میں ہی ان کی وفات ہوگئی۔ ایمبولینس میں بعض ضروری چیزیں بھی موجود نہیں تھیں اور ان ملکوں میں بعض دفعہ یہی حالات ہوتے ہیں۔ ایک تو شروع میں ایمبولینس ملنے کی وجہ سے دیر بھی ہوگئی اور پھر بلیڈنگ بھی بہت زیادہ ہو رہی تھی تو بہر حال آخر وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر تھی۔ عمر فاروق صاحب کہتے ہیں اس دوران میں جبکہ ہم زخمی سفر کر رہے تھے طالع نے مجھ سے کہا کہ

Tell Huzur that I love him and tell my family that I love them.

عمر فاروق صاحب کہتے ہیں کہ تھوڑی سی ہوش آتی تھی تو پھر یہی بات دوہراتے تھے اور ایسا کئی مرتبہ ہوا۔ یہ ایک دفعہ نہیں کہا، کئی مرتبہ ہوا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ لوگوں نے ہمارا بہت زیادہ خیال رکھا ہے اور ہر ممکن مدد کی ہے جس کے لیے میں آپ کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ میں نے ان کا حوصلہ بلند کیا لیکن اب ان کی ہمت جواب دیتی جا رہی تھی اور یہ حالت تھی کہ میں جب سوال کرتا تو بولنے کی بجائے اپنے ہاتھ کی مٹھی بند کر کے انگوٹھا اوپر کر کے اشارہ کرتے کہ سب ٹھیک ہے جس کی وجہ سے مجھے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ پھر ان کی سانس میں تیزی آئی اور ایک لمبی خاموشی ہوگئی اور میں سمجھ گیا کہ جو ہم نہیں چاہتے تھے وہ ہو گیا ہے۔ کہتے ہیں میل نرس (male nurse) اور ڈرائیور آپس میں لوکل زبان میں باتیں کر رہے تھے جس سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ہمیں بتانا نہیں چاہتے لیکن سید طالع احمد کی وفات ہو چکی ہے اور بہر حال جیسا کہ میں نے کہا جب ٹمالے پہنچے تو ایک بج کے انچاس منٹ پر ان کی وفات کا اعلان ہوا، ہسپتال والوں نے ڈکلیئر کیا۔ کہتے ہیں اس خبر کی وجہ سے ٹمالے کے سب لوگ جو تھے بہت افسردہ ہوگئے کیونکہ تھوڑی دیر پہلے ہی ان کو ہنستا کھیلتا انہوں نے رخصت کیا تھا۔ تو بہر حال یہ تو اس کی شہادت کے واقعہ کی کچھ تفصیل تھی۔

ایک ہیرا تھا جو ہم سے جدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے وفا شعار، خلافت سے اخلاص اور وفا کا تعلق رکھنے والے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے جماعت کو عطا فرماتا رہے لیکن اس کا نقصان ایسا ہے جس نے ہلا کے رکھ دیا ہے۔ وہ پیارا وجود وقف کی روح کو سمجھنے والا اور اس عہد کو حقیقی رنگ میں نبھانے والا تھا جو اس نے کیا تھا۔ مجھے حیرت ہوتی تھی اسے دیکھ کر اور اب تک ہوتی ہے کہ کس طرح اس دنیاوی ماحول میں پلنے والے بچے نے اپنے وقف کو سمجھا اور پھر اسے نبھایا اور ایسا نبھایا کہ اس کے معیار کو انتہا تک پہنچا دیا۔ وہ بزرگوں کے واقعات پڑھتا تھا اس لیے نہیں کہ تاریخ سے آگاہی حاصل کرے اور ان کی قربانیوں پر صرف حیرت کا اظہار کرے بلکہ اس لیے کہ اسے اپنی زندگی کا حصہ بنائے۔

خلافت سے وفا اور اخلاص کا ایسا ادراک تھا کہ کم دیکھنے میں آتا ہے۔ بلکہ میں کہوں گا کہ ایسا تھا جسے بعض دین کا گہرا علم رکھنے والے بھی نہیں سمجھتے، بعض دفعہ ایسے لوگوں کا علم ان میں تکبر کی بُو پیدا کر دیتا ہے۔ بلکہ میں کہوں گا کہ بعض وہ بھی نہیں سمجھتے جن کا خیال ہے کہ ہم خلافت کے مقام اور اس کے وفا کے معیار کو سمجھتے ہیں۔ اس نے خلافت سے وفا کی اور ایسی وفا کی کہ اپنے آخری الفاظ میں جبکہ وہ موت وحیات کی حالت میں تھا اسے خلیفۂ وقت سے پیار اور وفا کا ہی خیال تھا۔ اپنے بچوں اور اپنی فیملی کا سب کو خیال آتا ہے لیکن ہر دفعہ بار بار اپنے بچوں سے، فیملی سے پہلے یا ساتھ، خلیفہ وقت سے پیار کے اظہار کا شاید ہی کسی کو خیال آتا ہو۔

شاید دو تین سال پہلے اس نے ایک نظم لکھی تھی جو اس نے اپنے کسی دوست کو دی تھی کہ اپنے پاس رکھ لو اور کسی کو نہیں دکھانی، جو خلافت سے تعلق اور پیار سے متعلق لکھی ہوئی تھی اور اس نے شروع ہی اس طرح کیا تھا کہ میں خلیفۂ وقت سے سب سے زیادہ پیار کرتا ہوں اور ختم اس طرح کیا تھا کہ خلیفۂ وقت سے جو مجھے پیار ہے اور محبت ہے وہ انہیں کبھی پتہ نہیں چلے گی۔ لیکن اے پیارے طالع! میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارے ان آخری الفاظ سے پہلے بھی مجھے پتہ تھا کہ تمہیں خلافت سے پیار اور محبت کا تعلق تھا۔ تمہارے ہر عمل سے، ہر حرکت وسکون سے، جب تمہارے ہاتھ میں کیمرہ ہوتا تھا اور میں سامنے ہوتا تھا تب بھی اور جب تم کیمرے کے علاوہ ملتے تھے، چاہے ذاتی ملاقات ہو یا دفتر کے کام سے، تمہاری آنکھوں کی چمک سے اس محبت کا اظہار ہوتا تھا۔ تمہارے چہرے کی ایک عجیب قسم کی رونق سے اس محبت کا اظہار ہوتا تھا۔ غرض کہ ہر طرح تمہارے ہر عمل سے یہ لگ رہا ہوتا تھا کہ کس طرح تم اس محبت کا اظہار کرو جو تمہیں خلیفۂ وقت سے ہے۔ مجھے شاید ہی کسی میں اس محبت کا اظہار نظر آتا ہو اور گھر میں مَیں ذکر کر رہا تھا کہ اب خاندان میں نوجوانوں میں تو مجھے ایسا اظہار کسی میں نظر نہیں آتا۔ دلوں کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے بلکہ بڑوں میں بھی شاید چند ایک میں ہی ہو۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حادثے کے بعد بہت سے اس معیار کے پیدا کر دے۔

طالع کا وجود جیسا کہ اس نے اپنی نظم میں ذکر کیا ہے ایسا تھا کہ وہ اس محبت کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ چھپانا چاہتا تھا لیکن نہیں چھپتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی رنگ میں اس تعلق کا اظہار کروا دیتا تھا اس لیے وہ مجھے بہت پیارا تھا۔ ہر وقت اس فکر میں رہتا تھا کہ کب خلیفہ وقت کے منہ سے کوئی بات نکلے اور میں اس پر عمل کروں اور صرف خود ہی عمل نہ کروں بلکہ کب اور کس طرح میں خلافت کے مقام کے بارے میں دنیا کو بتاؤں۔ کب خلافت کی حفاظت کے لیے جان کی قربانی بھی دینی پڑے تو جان کا نذرانہ بھی پیش کر دوں۔ پھر اپنے کام سے ایسا عشق کہ کم کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔

صرف اس لیے ہی اپنے کام سے عشق نہیں تھا کہ اپنے کام کو بہت پسند کرتا تھا اور لوگ بہت سارے ایسے ہیں جو پسند کرتے ہیں۔ ان کو بھی اپنے کام سے بہت عشق اور لگاؤ ہوتا ہے۔ اس کو اپنے کام سے اگر لگاؤ تھا تو اس لیے کہ اس ذریعہ سے میں اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا دفاع کروں گا، اس لیے کہ یہ پیغام میں دنیا کو پہنچاؤں گا۔ اس لیے کہ میرا کام ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں۔ اس لیے کہ میں نے خلیفہ وقت کا مددگار بننا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی تدفین کے وقت جب میں مٹی ڈالنے سے پہلے قبر کے سرہانے کھڑا تھا تو میرے دائیں طرف آ کے کھڑا ہو گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کون کھڑا ہے۔ اب تصویر دیکھی ہے تو پھر مجھے اندازہ ہوا ہے کہ کون تھا اور کیا موقع تھا لیکن اس تیرہ سالہ بچے نے شاید اس وقت یہ عہد کیا تھا کہ میں وقف نو ہوں اور اب میں نے خلیفہ وقت کا مددگار بننا ہے، دست راست بننا ہے اور پھر اس نے سالوں بعد اپنی تعلیم مکمل کر کے اس عہد کو پورا کیا اور نبھایا اور خوب نبھایا۔ جرنلزم میں بھی اس نے میرے مشورے سے داخلہ لیا تھا اور پھر تعلیم مکمل کی اور شہید ہو کر بتا گیا کہ میں خلافت کا حقیقی مددگار بنا ہوں۔

اے پیارے طالع! میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تم نے اپنے وقف اور عہد کے اعلیٰ ترین معیاروں کو حاصل کر لیا ہے۔

کس کس طرح وہ خلیفۂ وقت کے الفاظ پر عمل کرنے کی کوشش کرتا تھا اس کا اندازہ اس سے ہو جاتا ہے کہ میں نے بعض میٹنگز میں جو مربیان کے ساتھ تھیں انہیں کہا کہ مربیان کو کوشش کرنی چاہیے کہ کم وبیش ایک گھنٹے کے قریب تہجد پڑھا کریں تو عزیز طالع نے بعض مربیان کی طرح یہ سوال نہیں کیا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں کس طرح اتنی جلدی جاگ کر ایک گھنٹے کے قریب تہجد پڑھ سکتے ہیں بلکہ اس نے عمل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے ایک دوست مربی نے ایک دن اسے بڑا تھکا ہوا دیکھا تو وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ خلیفۂ وقت نے مربیان کو ایک گھنٹے کے قریب تہجد پڑھنے کا کہا ہے۔ میں بھی تو وقف ہوں تو یہ حکم میرے لیے بھی ہے۔ آج تہجد کی وجہ سے پوری طرح سو نہیں سکا اس لیے تھکاوٹ لگ رہی ہے۔ اس مربی نے مجھے لکھا کہ اس کی بات نے مجھے سخت شرمندہ کیا کہ میں براہِ راست مخاطب تھا اور میں نے خلیفۂ وقت کی بات پر اس طرح عمل نہیں کیا اور اس نے محض ایک واقف زندگی کے عہد کو نبھانے کے لیے اس پر عمل کیا ہے۔ یہ تھا اس کا عہد نبھانے کا معیار۔ پس واقفین زندگی کے لیے بھی وہ ایک نمونہ تھا اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرد ہونے کی حیثیت سے خاندان کے افراد کے لیے بھی وہ وفا اور اخلاص کا ایک نمونہ قائم کر گیا۔ اب یہ افراد خاندان پہ منحصر ہے کہ کس حد تک وہ اس نمونے پر عمل کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے منسوب ہونے کا حق ادا کرتے ہیں۔ خاندان کی عزت یا جسمانی رشتہ داری سے کوئی مقام نہیں ملتا۔ اگر کوئی ان کی عزت کرتا ہے تو ان کی دنیاداری کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ کبھی ہوگی۔ حقیقی عزت اس میں ہے کہ دین کے خادم ہوں اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں ورنہ دنیاداروں میں تو کروڑوں لوگ مالی لحاظ سے ان سے بہتر ہیں اور جو دنیاوی لحاظ سے بہتر نہیں ان کے نزدیک بھی ان کی کوئی عزت نہیں ہے۔ پس میں خاندان کے افراد سے بھی کہتا ہوں کہ اس جانے والے سے نصیحت حاصل کریں اور اخلاص اور وفا میں بڑھیں اور جس طرح اس وفا کے پیکر نے اپنا عہد نبھایا اور دین کو دنیا پر مقدم کیا باقی افراد خاندان بھی اس نمونے کو دیکھیں اور یہی چیز عزت دلانے والی اور خدا تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے والی ہے ورنہ دنیاداری اور دنیاوی خواہشات افراد خاندان کو معمولی سی بھی عزت نہیں دلا سکتیں۔ اگر اپنے عمل صحیح نہیں ہیں تو کسی بزرگ کا بیٹا ہونا یا کسی بزرگ کی بیٹی ہونا کوئی فخر کا مقام نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَاعۡتَصَمُوۡا بِہٖ فَسَیُدۡخِلُہُمۡ فِیۡ رَحۡمَۃٍ مِّنۡہُ وَفَضۡلٍ ۙ وَّیَہۡدِیۡہِمۡ اِلَیۡہِ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا (سورۃ النساء: 176)

ترجمہ: پس وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لے آئے اور اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو وہ ضرور انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی جانب سیدھی راہ کی ہدایت دے گا۔

طالب دُعا: نور الہدیٰ، جماعت احمدیہ سملیہ (جھارکھنڈ)

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡہَکُمۡ وَاَیۡدِیَکُمۡ اِلَی الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ وَاَرۡجُلَکُمۡ اِلَی الۡکَعۡبَیۡنِ (سورۃ المائدہ: 7)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کی طرف جانے کیلئے اٹھو تو اپنے چہروں کو دھولیا کرو اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں تک۔ اور اپنے سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں بھی دھولیا کرو۔

طالب دعا: صبیحہ کوثر، جماعت احمدیہ بھونیشور (اڈیشہ)

جیسا کہ میں نے کہا کہ واقفین زندگی کے لیے بھی حیرت انگیز نمونہ تھا۔ کبھی شکوہ نہیں کیا تھا کہ الاؤنس تھوڑا ہے، گزارہ نہیں ہوتا۔ جو ملتا اس میں شکر کر کے گزارہ کرتا۔ اگر کہیں سے کوئی زائد آمد ہو جاتی تو شکر گزاری کے جذبات سے لبریز ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سے اس نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ کبھی مجھے تنگی نہ دینا اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی کبھی تنگی نہیں دی۔ باقاعدہ روزے رکھنے والا تھا۔ اس میں بے شمار خوبیاں تھیں۔ بعض لوگ جو قریبی دوست تھے، عزیز تھے، جو مجھے تعزیت کے خط لکھ رہے ہیں وہ اس کی بے شمار خوبیاں بیان کر رہے ہیں۔ ایسی ایسی خوبیاں جو میرے لیے بھی حیرت انگیز ہیں۔ میں اس کی وفا کو تو کچھ حد تک جانتا تھا لیکن اس کی نیکی اور تقویٰ کے معیار بھی بہت اونچے تھے۔ اس لیے مناسب ہے کہ میں اس کی سیرت کے بارے میں لوگوں کے الفاظ میں ہی بعض باتیں آپ کے سامنے رکھ دوں جس میں اس کی بیوی اور والدین اور بھائی بہنوں اور دوستوں کے جذبات ہیں اور بعض حقائق اور واقعات ہیں۔

عامر سفیر صاحب ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر کہتے ہیں چار سال تک طالع نے ریویو میں کام کیا، انڈیکسنگ ڈیپارٹمنٹ میں بطور آرکائیوٹیگنگ پراجیکٹ میں بطور نگران خدمت کی توفیق پائی۔ بہت بڑی ذمہ داری تھی جو اس نے سرانجام دی۔ ریویو آف ریلیجنز کے سو سال سے زائد عرصہ کا انڈیکس تیار کرنا، مختلف کیٹیگریز (categaries) کی فہرست تیار کرنا، الگ الگ موضوعات پر مضامین کو ترتیب دینا ایک بہت وسیع کام تھا جس پر انہوں نے بڑی محنت سے اور لگن سے کام کیا۔ گیارہ افراد پر مشتمل یہ ٹیم تھی۔ بہت محنت طلب کام تھا اور اللہ کے فضل سے سب نے اس کام کو سرانجام دیا جس کی نگرانی طالع نے کی۔ پھر کہتے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ طالع بہت ساری صلاحیتوں کے مالک تھے۔ تنظیمی کام عمدگی سے بجالاتے تھے۔ خدمت کا بہت زیادہ جذبہ اور لگن تھی۔ خلافت سے بے پناہ وفاداری اور پیار تھا۔ پھر کہتے ہیں ایک خوبی جس کا میں نے طالع میں مشاہدہ کیا وہ یہ ہے کہ وہ کسی پراجیکٹ کو گراؤنڈ زیرو سے شروع کر کے ایک جذبہ اور شوق کے ساتھ قابل فخر چیز بنا دیتے تھے۔ کبھی اس بات کا انتظار نہیں کرتے تھے کہ کوئی انتظام انہیں کام کرنے کی ترغیب دے یا انہیں یاددہانی کروائے۔ ایک جنونی آدمی کی طرح آگے بڑھ کے کام کرتے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ جنون کی حد تک عزم اور اخلاص کے جذبہ سے دین کا کام کرتے ہیں۔ طالع کو دنیا کی پروا نہیں تھی۔ جب بھی جماعت اور خلافت کے لیے اسے خدمت کرنے کی توفیق ملتی تو محض یہی اس کے لیے سب کچھ تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ جو کچھ میں نے دیکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کا سب کچھ خلافت کے گرد گھومتا تھا۔ خلیفۂ وقت کے ساتھ اپنا ایک ذاتی تعلق تھا لیکن جب کبھی میں اسے آپ کی کوئی ہدایت پہنچاتا تو منجمد ہو کر کھڑا ہو جاتا اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتیں جیسے کوئی بچہ candy کی طرف دیکھتا ہے اور پھر آپ کی ہدایت پہنچانے کے لیے میرا شکریہ بھی ادا کرتا۔ پھر کہتے ہیں ایک ڈاکومنٹری کے بجائے دو دو ڈاکومنٹریز پر کام کرتا اور میں بہت حیران ہوتا تھا کہ دو ڈاکومنٹریز پر ساتھ ساتھ کس طرح کام کر لیتا ہے۔ بسا اوقات ہمیں پتہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ طالع کس ڈاکومنٹری پر کام کر رہا ہے۔ ہمیں سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ طالع کی تحقیق کرنے کی صلاحیت بھی بہت اعلیٰ تھی۔

ایک اور اہم خوبی جو طالع میں پائی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ ہمیشہ اپنی فیملی اور رشتہ داروں کو جماعت سے منسلک اور جماعت کی خدمت کرتے دیکھنا چاہتا تھا۔ جب میں اسے بتاتا کہ فلاں رشتہ دار نے ریویو میں فلاں سلسلہ میں یہ خدمت کی ہے یا کر رہا ہے تو بہت خوش ہوتا تھا۔

قدوس عارف صاحب صدر خدام الاحمدیہ کہتے ہیں کہ بچپن سے ہی میرا اس کے ساتھ تعلق تھا۔ کہتے ہیں میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ طالع نے حضرت ملک غلام فرید صاحب کی شارٹ کمنٹری (Short Commentary) میں نشان لگائے ہوئے تھے اور فائیو والیم کمنٹری (Five Volume Commentary) بھی اس نے بڑی تفصیل سے پڑھی تھی اور مختلف آیات ہائی لائٹ کی تھیں اور چٹیں لگائی ہوئی تھیں۔

فائیو والیم کمنٹری جو اس نے پڑھی ہے اس کی تفصیل بھی مَیں بتا دوں۔ بی ایس سی کرنے کے بعد اس نے ایک سال گیپ ایئر (gap year) لیا تو اس وقت میں نے اسے وقفِ نَو کی کلاس میں کہا تھا اور اس کے بعد شاید دفتر میں ملاقات میں بھی کہ فائیو والیم کمنٹری پڑھو اور میرا خیال تھا کہ چند سال لگائے گا لیکن چند مہینوں کے بعد ہی آ کر اس نے مجھے بتایا کہ میں نے تمام پڑھ لی ہے۔ حیرت ہوئی تھی مجھے اس وقت بھی یہ سن کے۔ اسی طرح وہ ایسی ڈاکومنٹریز بھی پروڈیوس کرتا جو نوجوانوں کو پسند ہوں۔ مثلاً فٹبال کے بارے میں ڈاکومنٹری بنائی جس میں تربیتی پہلو کو مدنظر رکھا۔

پھر کہتے ہیں کہ ایم ٹی اے پر پروڈیوس کردہ ڈاکومنٹریز ایک سے ایک بڑھ کے ہے۔ کہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ جب Two Trials in a Time:Brutality and Injustice نشر ہوا تو خاکسار نے طالع کو میسج بھیجا کہ ڈاکومنٹری بہت ہی ایمان افروز تھی۔ اس نے بڑی عاجزی سے یہی جواب دیا کہ ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا، یہ سب اللہ کا فضل ہے۔ ٹویٹر پر کسی نے ڈاکومنٹری کے نام پر اعتراض کیا تو اس پر طالع نے اس کا جواب دیا۔ کہتے ہیں میں نے اسے کہا تو اس نے کہا کہ چونکہ یہ نام خلیفۂ وقت نے خود منظور کیا تھا اس لیے میں نے اس کو ڈیفنڈ کیا ہے۔ اگر عابد یا میری طرف سے یہ نام ہوتا تو میں کبھی کچھ نہ کہتا لیکن خلیفۂ وقت نے اسے منظور کیا ہے تو اس لیے میں نے، بہرحال اس کی وضاحت کرنی ہے اور دفاع کرنا ہے۔ پھر کہتے ہیں پچھلے سال ورچوئل اطفال ریلی پر خاکسار نے مہتمم اطفال کے ذریعہ طالع سے درخواست کی کہ وہ اپنے کچھ واقعات جو آپ کے ساتھ، خلیفۂ وقت کے ساتھ ہیں، پیش کرے۔ پہلے تو راضی نہیں ہوا پھر جب اس کو صدر مجلس کی حیثیت سے کہا تو راضی ہو گیا اور یہ واقعات بھی بہرحال لوگوں کو بڑے پسند آئے۔ اطفال نے اس کو بڑا پسند کیا۔ اس نے پھر صدر خدام الاحمدیہ کو میسج کیا کہ میں سمجھتا تھا کہ میری ابھی اصلاح نہیں ہوئی کہ لوگوں کو نصیحت کروں اور واقعات سناؤں۔ میرا ارادہ تھا کہ جب میری اصلاح ہو جائے یا میں بڑھاپے میں موت کے قریب ہوں تو اس وقت یہ واقعات بتاؤں گا اور اس وقت تک یہی میرا خیال تھا کہ خاموشی سے وقت گزاروں گا لیکن تم نے مجھ سے یہ کہلوا دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ اب وہ وقت ہے کہ وہ یہ واقعات شیئر کرے۔

ان کی اہلیہ عزیزہ سطوت کہتی ہیں۔ بہت پیار کرنے والا تھا۔ بہت شفقت کا سلوک کرنے والا تھا بچوں کے ساتھ بھی میرے ساتھ بھی۔ بڑا شفقت کا اظہار تھا۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کو appreciate کرتا تھا۔ کھانا چاہے جیسا بھی ہو اس کو پسند کرتا تھا۔ کہتی ہیں میرے والد کی شہادت کے بعد جلدی engagement بھی ہو گئی، منگنی بھی ہو گئی تو میں ذرا پریشان رہتی تھی۔ کہتی ہیں مجھے باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے اداسی بھی بہت تھی لیکن رشتہ کے بعد طالع نے میرا بہت خیال رکھا اور مجھے محسوس نہیں ہونے دیا۔ کہتی ہے جب میری منگنی ہو گئی تو میں سوچتی تھی کہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت ہے۔ ویسے تو جوان تھا لیکن بچوں کی طرح روتا تھا جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کرتا تھا۔ بیٹے طلال کو بھی آنحضورؐ کے بارے میں کہانیاں سناتا تو ہچکیاں لے کر روتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت کہانیاں پتہ تھیں، واقعات رٹے ہوئے تھے۔ اس بارے میں بھی اَوروں نے بھی بہت سارا لکھا ہے کہ اس کو تاریخ کا بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بھی بڑا گہرا علم تھا۔ کہتی ہے کہ مجھے کہتا تھا کہ طلال کا ایک کرسچن سکول ہے۔ جب میں سکول جاتا ہوں تو راستے میں اسے سورہ اخلاص دہراتا جاتا ہوں کہ تم میرے پیچھے دہراتے جاؤ۔

خلافت سے محبت بھی بہت تھی اور اس کی بہت غیرت بھی تھی۔ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں لیکن اخلاص کا پتہ دیتی ہیں۔ کہتی ہیں کہ اتنا خوش ہوتا تھا جب اس کو یہ لگتا تھا کہ آپ اس سے خوش ہیں یا اس کے بیٹے سے خوش ہیں۔ ہمیشہ ملاقات کے بعد ٹریٹ دیا کرتا تھا یا طلال کو چاکلیٹ دیتا تھا کہ بڑے اچھے بچے بن کے تم رہے ہو یا ہمیں آئس کریم وغیرہ کھلانے لے جاتا۔ اس بات پر خوش ہوتا تھا کہ خلیفہ وقت کے سامنے آج تم نے بہت اچھا behave کیا ہے اور یا ہماری ملاقات بہت اچھی ہوئی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ کہتی ہیں کہ بعض دفعہ اس کو یہ خیال ہوتا تھا کہ میں نے کسی بات کو ناپسند کیا ہے۔ یہ خیال ہی ہوتا ہوگا، مجھے نہیں یاد کہ کبھی ایسا کوئی واقعہ ہوا ہو۔ تو کہتی ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ جب کبھی یہ خیال اس کو ہوا کہ خلیفہ وقت نے کسی بات کو ناپسند کیا ہے تو تہجد میں رو رو کے اللہ تعالیٰ سے معافیاں مانگا کرتا تھا اور بچوں کی طرح بلک بلک کے روتا تھا اور یہی اس کو ڈاکومنٹریز بنانے کے بعد فکر ہوتی تھی کہ خلیفۂ وقت کی طرف سے اس کی منظوری آ جائے اور This week والا پروگرام بھی جب اس نے شروع کیا تو بہت خوش تھا کہ اس کی وجہ سے اس کو موقع مل رہا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ میرے دفتر میں آ کے میرے سے ریکارڈنگ کر سکے۔ پھر یہ کہتی ہیں کہ اس میں بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ اس نے اپنے دین کو دنیا سے پہلے رکھا۔

بالکل غیر مادیت پسند تھا۔ کبھی اس نے کسی چیز کی خواہش نہیں کی۔ کبھی اس کے دل میں material چیزوں کے لیے لالچ نہیں تھی۔ کبھی اس کو دنیا کی چیزوں میں دلچسپی نہیں تھی۔ کوئی اس کو مہنگا تحفہ دے دیتا تو گھبرا جاتا تھا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز آ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کرتا تھا کہ جو بھی اس کو دیا ہے اسی پر وہ خوش تھا اور جو کچھ اس کے پاس تھا اس پر وہ قانع تھا۔ کہتا تھا کہ بچپن میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ پڑھا تھا کہ ان کے ساتھ مالی معاملات میں کیسا سلوک ہوتا تھا تو کہتا تھا کہ میں نے فوراً پڑھ کر اللہ میاں سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تُو نے مجھے بھی اسی طرح ٹریٹ کرنا ہے اور اس کو پکا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی ہے اور ہمیشہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحبؓ کی طرح کا سلوک ہوگا اور یہ واقعی سچ ہے۔ کہتی ہے میں نے یہ خود دیکھا ہے کہ جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی تھی تو اچانک اس کے پاس پیسے آ جاتے تھے۔ کہتی ہیں ابھی حال ہی میں دس سال بعد ایک لون (loan) کمپنی نے اس کو فون کیا کہ ہمارے پاس تمہارا ایک ہزار پاؤنڈ ہے۔ اس کو اتنی خوشی تھی کہ میں اپنی گاڑی کی انشورنس pay کر سکتا ہوں اور گاڑی کی maintenance کی جو ضرورت ہے وہ پوری کر سکتا ہوں۔ یہ نہیں کہ اب میں جماعت سے لوں۔

کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا پیار کا سلوک میں نے خود بھی دیکھا ہے۔ انہوں نے ایک تو سلوک کا واقعہ بیان کیا ہے لیکن وہ اپنا واقعہ بھی بیان کرتا ہے کہ جب میں یونیورسٹی میں سٹوڈنٹ تھا جو تقریباً دس سال پرانی بات ہے۔ کہتا ہے ایک دفعہ مجھے سخت بھوک لگی اور میرے پاس پیسے نہیں تھے۔ بالکل ختم ہو گئے تھے پیسے۔ میں نے نماز پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ بستر کے نیچے دس پاؤنڈ پڑے ہوئے تھے۔ کہتا تھا کہ میں حیران تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ پیسے مجھے بھیجے ہیں۔

اس میں اعتماد بھی بہت تھا۔ میں نے کہا کہ لوگ کچھ کر لیتے ہیں مالی لحاظ سے تیاری وغیرہ لیکن اس کو یقین تھا کہ

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

(بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ)

طالبِ دعا: اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلا پالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

تم جہاں بھی رہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور بدی کے بعد نیکی کرو، نیکی بدی کے اثر کو مٹا دیتی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث ابی ذر الغفاریؓ، حدیث نمبر 21403)

طالبِ دُعا: نصیر احمد، جماعت احمدیہ بنگلور (کرناٹک)

اللہ تعالیٰ میرے لیے رزق مہیا کر دے گا۔ اس لیے مجھے بلا وجہ دنیا کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنا وقف نبھاؤں۔ پھر یہ کہتی ہیں کہ جب ہم پہلے کرائے کے گھر میں تھے اور ہمارا tenancy agreement ختم ہوا اور کونسل بل، بجلی کے بل وغیرہ کے بارے میں کونسل نے لکھا کہ تمہارے اکاؤنٹ میں کچھ زیادہ پیسے ہیں، دوسو تین سو پاؤنڈ ہیں، تو فوراً اس نے کہا میں جماعت کو واپس کروں گا حالانکہ جماعت نے کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ اس طرح تم strictly فالو کرو اور پیسے واپس کرو لیکن اس نے برداشت نہیں کیا۔ اس نے کہا یہ میں نے جماعت کو واپس کرنے ہیں اور کہا کہ جماعت پر بوجھ نہیں بننا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اگر ہو سکتا تو یہ سب مفت میں کرتا اور کبھی اس کو پسند نہ تھا کہ جماعت پر بوجھ بنے یا جماعت سے کوئی چیز بھی request کرے۔ آخر میں بھی اس کو یہی فکر تھی کہ جماعت کا میں اتنا مہنگا سامان لے کر افریقہ جا رہا ہوں کس طرح خیال رکھوں گا اور اس کو اپنی کوئی پروا نہیں تھی۔

مہمان نواز بہت تھا۔ اپنی فیملی اور میری فیملی کا ہمیشہ خیال رکھا کرتا تھا۔ سادہ کپڑے ہمیشہ ہوتے تھے۔ کہتی ہیں کہ مجھے لگتا ہے کہ بعض لوگ اس کو misunderstand کرتے تھے یا سمجھتے تھے کہ شاید اس میں تکبر ہے یا منہ پھٹ ہے لیکن وہ تو ایسا confident تھا وہ پیار سے ایسی باتیں کر جایا کرتا تھا۔ تکبر ان میں بالکل نام کو بھی نہیں تھا۔ طالع بہت معاف کرنے والا تھا اور ہر کسی کی پردہ پوشی کرتا تھا اور کبھی کسی کے خلاف دل میں بات نہیں رکھتا تھا۔

ان کے والد لکھتے ہیں کہ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے ہمارے بیٹے کو خاص فضل و کرم کے ساتھ شہادت کیلئے چن لیا۔ کہتے ہیں ایک خواب کی بنا پر میں نے ذہنی طور پر اپنی بیگم کو اور طالع کو تیار کرنا شروع کیا اور جب طالع کو یہ خواب سنائی تو اس نے کہا کہ کیا آپ نے خواب دیکھی ہے کہ آپ شہید ہو گئے ہیں؟ کہتے ہیں میں بڑا حیران ہوا۔ اس سے پوچھا تمہیں کس طرح پتہ لگا؟ اس نے کہا میں نے بھی یہ خواب دیکھی ہے کہ آپ شہید ہو گئے ہیں۔ تو بہر حال یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے کو اپنے باپ سے جس قدر محبت کی اجازت دی ہے، طالع اس عشق و عقیدت کی حد کو پہنچا ہوا تھا اور میرا خیال ہے کہ اسی وجہ سے اس نے یہ دعا کی ہوگی کہ باپ کی شہادت کی بجائے اسے شہادت کا درجہ ملے اور کیونکہ وہ اس مقام کا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے شہادت کا درجہ دے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے ہی شہادت دی اور اس نے گولی لگنے کے بعد مشنری صاحب کو یہ بھی کہا تھا کہ چاہے میں زندہ رہوں یا مر جاؤں میں نے اپنا مشن مکمل کر لیا ہے۔

کہتے ہیں کہ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں پھونک دیا تھا کہ میں نے تجھے ایک خاندان میں پیدا تو کر دیا ہے اب اس کی ذمہ داری کو بھی سمجھنا اور اس ذمہ داری کو نبھانا اور جان لو کہ تمہاری زندگی اب تمہاری نہیں ہے۔ یہ میری ہے اور صرف میرے حکم پر چل کر تم نے یہ ساری زندگی گزارنی ہے۔ کہتے ہیں کہ طالع نے اپنی زندگی اور اپنی موت سے یہ مہر کر دی کہ اس نے ذمہ داری کا حق ادا کر دیا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ ایسا نفس تھا جس کے دل میں کوٹ کوٹ کر اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور اپنے پیاروں کی محبت بھری ہوئی تھی۔ ایک ایسا دل تھا کہ بچپن سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور ذکر پر اس کے معصوم لب لرزتے تھے اور آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے۔ ایک پاکباز نفس جس میں کسی برائی کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ ظاہری و باطنی خوبصورتی بھی تھی اور مشابہت دینی ہے تو کہتے ہیں میں حضرت یوسفؑ سے مشابہت دیتا ہوں، کردار میں بھی اسی طرح پختہ تھا۔ اس کی روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں چودہ سو سال قبل کی مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں پھرتی تھی اور اس کا جسم پیکر عشق تھا۔ اس کا اوڑھنا بچھونا، کھانا پینا، سانس لینا سب خلیفۃ المسیح کے لیے تھا۔

ان کی والدہ امۃ الشکور صاحبہ لکھتی ہیں کہ بہت خوش قسمت اور خوش نصیب ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک عظیم الشان بچے سے نوازا۔ طالع کے ساتھ اکتیس سالہ زندگی دنیا کی سب سے بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے۔ پھر انہوں نے کسی خاتون کی خواب کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے دیکھا تھا کہ ایک بچہ جھولے میں ہے اور اس کے ہاتھ باسکٹ سے باہر آ رہے ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ انہوں نے بچے کو السلام علیکم کہتے ہوئے سنا۔ اس کے ساتھ ایک نیلے رنگ کا کارڈ تھا جس پر عربی میں 'اللہ' لکھا ہوا تھا اور ساتھ انگریزی میں God۔ وہ بتاتی تھیں کہ میرا خیال ہے کہ نیلے رنگ سے مراد لڑکا ہے۔ یہ طالع کی پیدائش سے پہلے کسی خاتون نے خواب دیکھی اور ان کو بتایا تھا۔ انہوں نے خواب ظاہر کیا کہ تمہارے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور جہاں جہاں یہ لڑکا جائے گا امن اور سلامتی پھیلائے گا۔

بہر حال کہتی ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے خوبصورت اور پیارے بچے سے نوازا اور کہتی ہیں کہ ہم دونوں نے جب یہ پندرہ سال کی عمر کا تھا تو 2005ء میں ہم دونوں نے اکٹھے وصیت کی تھی۔ دین کے معاملات میں بہت ہوشیار تھا۔ کہتی ہیں تین سال کی عمر میں اس نے قرآن کریم کی کچھ سورتیں یاد کر لی تھیں۔ اپنی والدہ کو بتایا تو بڑی حیران ہوئیں۔ پھر کہتی ہیں یہ بھی مجھے یاد ہے کہ تین سال کی عمر میں مَیں تبلیغ کی باتیں اس سے شیئر کیا کرتی تھی اور بڑی سنجیدگی سے وہ باتیں میرے ساتھ شیئر کرتا تھا یا بتاتا تھا، discuss کرتا تھا۔ پڑھائی میں بھی بہت اچھا تھا۔ بڑے اچھے نمبر لیتا تھا۔ کہتی ہیں میری خواہش تو یہ تھی کہ ڈاکٹر بنے لیکن اللہ تعالیٰ کا کچھ اور plan تھا۔ بائیو میڈیکل سائنسز کی ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے جرنلزم میں ماسٹرز کی توفیق دی۔ کہتی ہیں کہ بیٹے کے انتقال کے بعد مجھے اس بات کا پہلے سے زیادہ احساس ہوا ہے کہ اسے آپ کے ساتھ کس قدر محبت تھی۔ کہتی ہیں آپ نے جب اسے ایم ٹی اے کے لیے تاریخی ڈاکومنٹریز بنانے کا کام دیا تو یہ بھی ہدایت دی تھی کہ بے شک تم independent ہو کر کام سرانجام دو اور وہ اس بات سے بڑا متاثر تھا، inspired تھا۔ کہتی ہیں ان کی بیوی سطوت نے مجھے بتایا کہ 2019ء میں اس نے اسے، سطوت کو ای میل پر آٹھ پروگراموں کے بارے میں ایک plan بھیجا اور جس میں ساتھ لکھا کہ اگر مجھے کچھ ہو جائے تو ان پروگراموں کو مکمل کر لینا متعلقہ لوگوں تک پہنچا دینا۔

اس کی ہمشیرہ ندرت کہتی ہیں کہ طالع کے ساتھ رہنے کے بعد میں نے اس کی جماعت کے کاموں کے لیے لگن کو پہچانا۔ دین کی خدمت میں مصروف رہنے کی وجہ سے اکثر دیر سے گھر لوٹتے۔ یہاں یونیورسٹی میں پڑھنے آئی تھی تو ان کے پاس رہتی رہی تھی۔ کہتی ہیں کبھی رات دس بجے کے بعد کبھی آدھی رات کے بعد گھر آنا اور کھانا کھانا پھر کام پہ لگ جانا۔ چھٹی کے دن بھی اس کے لیے حقیقت میں کوئی چھٹی نہیں ہوتی تھی جب تک کہ جماعت کا کام ختم نہ ہو جائے۔ ہمیشہ بہت جوش اور جذبے سے جماعتی کام میں مصروف رہتا۔ فارغ وقت میں اکثر ڈاکومنٹریز اور ویڈیوز دیکھتا رہتا تو میں نے کبھی کسی کو کسی پروگرام کو اتنی گہرائی میں دیکھتے اور تجزیہ کرتے نہیں دیکھا جیسے کوئی مطالعہ کر رہا ہے اور پوچھنے پر کہتا کہ اپنے ہنر میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے کے لیے بہت ساری دستاویزی فلموں اور ویڈیوز کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ جماعت کیلئے مواد تیار کر کے عمدہ اور معیاری تاریخی ڈاکومنٹریز تیار کرنے کا ملکہ اس کے اندر بہت زیادہ تھا۔

دین کا علم بھی بہت وسیع تھا۔ اگر اسلامی تعلیمات کے حوالے سے کسی باریک سے باریک پہلو کے متعلق میرے ذہن میں کوئی سوال اٹھتا تو اکثر میرا دھیان اس کے متعلق ان سے بات کرنے کی طرف جاتا۔ احادیث کا گہرا مطالعہ تھا۔ کہیں نہ کہیں سے کوئی ایسی حدیث پیش کر دیتا جس کو اکثر لوگ نہیں جانتے تھے اور ساتھ اس کا حوالہ بھی بتا دیتا۔ مختلف موضوعات پر قرآنی آیات کا حوالہ بھی دے دیتا۔ ہر طرح کی گفتگو پر تبصرہ کر لیتا۔ بحث کے دوران اتنے وثوق کے ساتھ اپنے نکات بیان کرتا کہ دوسروں کے پاس انہیں قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا تھا۔ عربی زبان کا بھی مطالعہ تھا اور اس میں کافی گرفت حاصل کرنے کی اس نے کوشش کی۔ اس کی گرائمر سے بھی آشنا تھا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اس کی اصل زبان میں سمجھنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تھا کہ اس نے عربی کا مطالعہ اتنی گہرائی میں کیسے کیا ہے؟ تو اس نے مجھے بھی مختلف نکات پر مشتمل ایک جامع فہرست بھیجی اور میری راہنمائی کی۔ اس فہرست میں چھبیس اسباق اور بہت سارے نکات الگ تھے اور بہت ساری ترکیبیں بھی تھیں۔ ان تمام ذہنی صلاحیتوں کو طالع نے صرف خدا کا قرب حاصل کرنے اور جماعت کی خدمت کے لیے استعمال کیا۔ کہتی ہیں دو خوابیں بالخصوص ایسی ہیں جن کے بارے میں طالع نے مجھے براہ راست بتایا کہ ایسا لگتا ہے کہ اس میں اس کی شہادت کی طرف اشارہ ہے۔ پہلی خواب طالع نے اپنے بیٹے طلال کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے بتائی کہ طلال کو اپنے والدین میں سے کسی ایک کے مرنے کا شدید خوف تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ چچا قادر کی شہادت کے بارے میں جانتا تھا۔ یہ بات بتاتے وقت طالع قدرے سنجیدہ ہو گیا اور اپنی آواز آہستہ کر لی۔ کہتی ہیں اس خواب کی تفصیل میری یادداشت میں پوری طرح واضح نہیں ہے لیکن طالع کہتے ہیں کہ اس میں مجموعی پیغام جو تھا وہ یہ تھا کہ میں اپنے سسر کی طرح کچھ واقعہ ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتا لیکن میں نے یہ خواب دیکھی ہے جس میں اس طرح کا ذکر تھا کہ اس سے ملتا جلتا کوئی واقعہ ہوگا۔ طالع نے خواب میں یہ دیکھا کہ خدام الاحمدیہ کے کپڑے پہنے ہوئے ہے اور جھنڈا اٹھائے جنت میں داخل ہو رہا ہے اور ہر کوئی اسے اپنے سسر کے نام سے پکار رہا ہے کہ مرزا غلام قادر آ گیا۔

دوسری خواب طالع کے ایک پیغام کی صورت میں میرے پاس محفوظ ہے۔ جب میں حمل کے دوران بیمار تھی اور کافی سنجیدہ حالت ہو گئی تھی۔ کئی دفعہ ہسپتال میں داخل کیا گیا تو مجھے بار بار فون کرتا اور میرا حال پوچھا کرتا اور تسلی دلاتا۔ اس وقت اس نے اپنی ایک خواب کا ذکر کیا کہ اس کی بہنیں اس کے انتقال کے بعد زندہ رہیں گی اور کہتا ہے کہ کچھ سال پہلے ایک خواب دیکھی تھی جہاں میں جنت میں داخل ہو رہا ہوں اور وہاں میرے رشتہ داروں کی طرف سے ایک خوش آمدید پارٹی کا انتظام کیا گیا ہے۔ میں فوت ہونے پر کافی حیران ہوں اور پریشان ہوں کہ میری چھوٹی بہنیں مجھ سے پہلے نہ کہیں انتقال کر جائیں۔ اس لیے میں نے ادھر ادھر دیکھا تو ان میں سے کسی کو وہاں موجود نہیں پایا۔ اس نے اپنی بہن کو کہا کہ اگر یہ خواب سچا ہے تو تم فکر نہ کرو۔ ڈاکٹروں نے بڑی سنجیدہ صورتحال بتائی ہے لیکن فکر نہ کرو اگر میری یہ خواب سچی ہے تو تم ٹھیک ہو جاؤ گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ سب کچھ ٹھیک بھی ہو گیا۔ کہتی ہیں مجھے طالع کی ذہانت پر بھی فخر ہے۔ خلافت سے اس کی محبت بھی بے مثال تھی۔

ان کی چھوٹی بہن کہتی ہیں کہ بہترین رول ماڈل تھے۔ مجھے ان سے کئی باتیں سیکھنے کا موقع ملا۔ کہتی ہے جب میں تیرہ چودہ سال کی تھی تو ایک دن ان کے گھر میں طالع نے چاہا کہ وہ مجھے پسندیدہ سورت پڑھ کے سنائے۔ چنانچہ اس نے مجھے سورۂ یوسف کی تلاوت سنائی جو کہ نہایت عمدہ لہجے اور بہت خوش الحانی سے کی تھی۔ یہ بھی کہتا تھا کہ خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا درس القرآن سنتا رہتا ہوں۔ دفتر آتے جاتے یہ درس سنتا رہتا تھا۔ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اسے کوئی لطیفہ سنایا جس میں عیسائیت کا ذکر تھا اور مذہب کی وجہ سے کچھ تھوڑا عیسائی مذہب کا استہزا کیا گیا تھا تو اس نے مجھے کہا کہ ہمیں کسی مذہب کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔ اس طرح لوگ بھی ہمارے خلاف بولیں گے۔

عابد وحید مرکزی پریس سیکرٹری ان کے رشتہ دار بھی ہیں۔ اس کے ماموں، وہ کہتے ہیں کہ طالع کے ساتھ میرا رشتہ خاص تھا۔ صرف ایک رشتہ ہی نہیں تھا بلکہ بہت سارے رشتوں پر مشتمل رشتہ تھا۔ ماموں بھی اس کا مَیں لگتا تھا لیکن

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

یاد رکھو! نری بیعت سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس رسم سے راضی نہیں ہوتا جب تک کہ حقیقی بیعت کے مفہوم کو ادا نہ کرے۔ اس وقت تک یہ بیعت، بیعت نہیں نری رسم ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بیعت کے حقیقی منشاء کو پورا کرنے کی کوشش کرو۔ (ملفوظات، جلد 3، صفحہ 615)

طالب دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ ترپیور، صوبہ تامل ناڈو)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

قرآن شریف کو خوب غور سے پڑھو اور اس پر تدبر کرو اور پھر عمل کرو کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نرے اقوال اور باتوں سے کبھی خوش نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ اس کے احکام کی پیروی کی جاوے اور اس کے نواہی سے بچتے رہو (ملفوظات، جلد 3، صفحہ 615)

طالب دُعا: قریشی محمد عبد اللہ تیماپوری، سابق امیر ضلع و افراد خاندان و مرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

ہمارے درمیان عمر کا زیادہ فرق نہیں تھا۔ وہ میرے لیے ایک چھوٹے بھائی اور دوست کی طرح تھا۔ صرف سات سال کا فرق تھا۔ کہتے ہیں میں نے ہمیشہ طالع میں یہ بات محسوس کی اور مشاہدہ بھی کیا کہ اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے بے پناہ محبت تھی۔ لیکن اگر خاندان کے اندر سے کسی نے کبھی کوئی غلط کام کیا ہوتا تو بہت زیادہ درد اور غم محسوس کرتا تھا کیونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفۂ وقت کو بدنام کرنے والی بات ہوتی ہے۔ محبت تو تھی لیکن یہ نہیں کہ ان لوگوں سے اندھی محبت ہے۔ پھر دکھ درد بھی ہوتا تھا اور برداشت نہیں ہوتا تھا کہ کوئی خاندان والا ایسی حرکت کرے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام، خاندان کا نام اور خلیفۂ وقت کا نام بدنام ہو۔ کہتے ہیں کہ اکثر میرے ساتھ اس طرح کے مسائل پر گفتگو کرتا اور اس کی آواز میں ہمیشہ درد واضح ہوتا تھا۔ اگرچہ اسے مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا ایک رکن ہونے پر فخر تھا لیکن یہ اعزاز اس کے لیے ایسا نہیں تھا کہ دوسروں کے سامنے اعلان کرتا پھرے یا اس سے کوئی ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے اور بہت سارے لوگ اس کو اس حوالے سے جانتے بھی نہیں تھے۔ ایم ٹی اے نیوز میں کام کرنے کے چند مہینوں بعد کہتے ہیں طالع میرے پاس آیا اور کہتا ہے کہ مجھے لگتا ہے کہ ایم ٹی اے نیوز کو ایم ٹی اے میں بہت معمولی سا سیکشن سمجھا جاتا ہے اور ایم ٹی اے میں لوگ کھلے عام یا اپنے رویے کے ذریعہ سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ایم ٹی اے نیوز ایم ٹی اے کا سب سے کمزور شعبہ ہے لیکن طالع نے اس کمزوری کو اپنا مشن بنالیا اور پُراعتماد ہوکر کہتا تھا کہ ان شاء اللہ جب کام مکمل ہو جائے گا تو لوگ ایم ٹی اے نیوز کو بہت دلچسپی سے دیکھا کریں گے اور کہیں گے کہ ایم ٹی اے میں بہترین پروگرام ایم ٹی اے نیوز والا ہے۔ یہ میرا چیلنج ہے اور میں نے اسے قبول کرلیا ہے۔ اس کے بعد طالع نے کچھ دستاویزی فلمیں بنائیں اور پھر اَور پروگرام شروع کیے اور کہتے ہیں دستاویزی فلموں کی تیاری کے دوران اکثر میں نے دیکھا ہے کہ اٹھارہ یا انیس گھنٹے کام کرتا۔

حالیہ افریقہ کا جو دورہ تھا وہ بنیادی طور پر اس وجہ سے تھا کہ میں نے اسے ہدایت کی تھی اور اس کے پیش نظر وہی تھا کہ شعبہ نیوز جو ہے نصرت جہاں سکیم کے بارے میں افریقہ جا کر ایک دستاویزی فلم بنائے۔ پروگرام کے مطابق پہلے گھانا جانا تھا، پھر سیرالیون اور پھر گیمبیا۔ پھر یہ بھی اس کی خاطر تیار ہو کے گیا تھا کہ نصرت جہاں کے اوپر ڈاکومنٹری بنائے گا۔ افریقہ جانے سے پہلے طالع نے پورے اہتمام کے ساتھ ہر چیز کی تیاری کی۔ تفصیلی سفرنامہ تیار کیا اور مکمل شیڈیول بنا کے روزانہ کا پروگرام تیار کیا تا کہ کوئی وقت ضائع نہ ہو۔ حقیقت میں اس نے بہت سنجیدگی کے ساتھ یہ تیاری کی تھی۔ کہتے ہیں کہ اکثر طالع کی رائے میں اور میری رائے میں اختلاف ہو جاتا تھا اور میں جب بھی اس سے بحث شروع کرتا تو چند منٹ کے بعد میں ہار مان لیتا کیونکہ مَیں جانتا تھا کہ جب تک میں اس کی بات پر یقین نہ کرلوں وہ بحث جاری رکھے گا، دلیلیں دیتا رہے گا۔ تاہم کہتے ہیں ایک بات میں نے اس میں دیکھی ہے کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ خلیفۂ وقت کی رائے یہ ہے تو وہ کہتا تھا کہ اگر حضور کی رائے میری رائے سے تھوڑی سی بھی مختلف ہے تو میں پورے دل سے قبول کروں گا کہ میں بالکل غلط ہوں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب پر یہ ڈاکومنٹری بنا رہا تھا تو اس کی کزن جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی پڑپوتی لگتی ہے نے اسے کہا کہ ابا جان والی ڈاکومنٹری بھی بہت اچھی بنانا، روز روز نہیں بنتی، تو اس نے کہا کہ میرا نہیں خیال کہ اتنی اچھی ہوگی کیونکہ وہ براہ راست خلیفہ کے بارے میں نہیں ہے لیکن اللہ کرے لوگوں کو پسند آ جائے۔ تو یہ تھا اس کا خلافت سے تعلق۔

مرزا طلحہ احمد نے بھی لکھا ہے کہ چودھری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ پر بھی ایک ڈاکومنٹری بنانے کا ارادہ کر رہا تھا جس کے لیے اس نے مجھے بھی کچھ کام دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ڈاکومنٹری بنایا کرتا تھا۔ اس کو سکرپٹ رائٹنگ اور story telling میں مہارت حاصل تھی۔

Adam Walker صاحب لکھتے ہیں (غالباً آدم واکر صاحب ہی ہیں) کہ طالع کو میں بچپن سے جانتا ہوں۔ ہم نے اکٹھے خدام الاحمدیہ میں اور پھر بعد میں مرکزی پریس آفس اور ایم ٹی اے میں کام کیا ہے۔ ایم ٹی اے سے متعلقہ کاموں میں خصوصاً میں نے یہ بات نوٹ کی کہ طالع ہمیشہ نہایت باریک بینی سے کام کا جائزہ لیا کرتا تھا۔ بہت گہرائی میں جا کر معاملات دیکھتا تھا۔ اگر اس کے ذہن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ یا خلیفہ وقت کے ارشادات اور ہدایات کو لوگوں تک پہنچانے کے بارے میں کوئی خیال پیدا ہوتا تھا تو بلا جھجک مجھ سے بات کرتا اور اپنے خیالات کا اظہار کرتا۔ اس بارے میں سوچتا کہ مختلف آن لائن ذرائع سے پیغام کو کس طرح لوگوں تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی ہدایات کو گہرائی میں جا کر سمجھتا تھا اور پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتا تھا۔ ہمیشہ سچ بولنے کو ترجیح دیتا تھا۔ اگر کوئی مشورہ دینا ہوتا یا اپنی رائے کا اظہار کرنا ہوتا تو ہمیشہ سچائی کے ساتھ بات بیان کرتا۔ الفاظ میں کبھی ملاوٹ نہیں ہوتی تھی۔ دوسرے کارکنان کے ساتھ کام کرتے ہوئے بھی انہیں ہمیشہ سچا فیڈ بیک دیتا۔

نسیم باجوہ صاحب لکھتے ہیں کہ 2001ء سے 2009ء تک بریڈفورڈ میں بطور مبلغ متعین تھا۔ اس دوران ہارٹلے پول جماعت میں بھی جایا کرتا تھا۔ کہتے ہیں: میں نے بطور طفل اسے نہایت شوق سے پروگراموں میں شامل ہوتے دیکھا ہے۔ وقت کا پابند، سنجیدہ، ذہین، دینی معلومات کو بڑھانے کا شوق رکھنے والا، نمازوں کو ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنے والا، فرمانبردار، مہمان نواز، بڑوں کا احترام کرنے والا، خلیفۂ وقت سے محبت کرنے والا اور ان کی باتوں کو شوق سے سننے والا، ذمہ داریوں کو احسن رنگ میں ادا کرنے والا، غور و فکر کرنے والا، ذکرِ الٰہی کرنے والا، تبلیغ کے کاموں کو شوق سے کرنے والا، قرآن کریم کو خوبصورتی سے پڑھنے والا طفل تھا۔ بعد میں نوجوانی میں خوبیاں اَور بھی نکھر کر سامنے آئیں۔

اس کی ایک کزن ہیں مبارکہ رحمان۔ وہ کہتی ہیں کہ طالع کی ایک خوبی جو میں نے ہمیشہ محسوس کی وہ اس کی وقف زندگی کی حیثیت سے قناعت اور سادگی تھی۔ بہت دفعہ خدا کے اپنے اوپر فضلوں کو گنواتا تھا۔ کبھی اس میں دنیا کی کسی قسم کی لالچ نہیں دیکھی بلکہ جب اس کے سامنے دنیاداری کی بات ہوتی تو اپنے خاص انداز میں ہنستا اور شکر کرتا تھا کہ وقف ہونے کی وجہ سے خدا نے اس کو ان سب معاملات سے بے پروا کر دیا ہے اور اس کی ہر ضرورت کو خدا نے خود ہی پورا کر دیا ہے۔ حقیقی وقف زندگی تھا۔

پھر ان کے ایک دوست اور مربی نوشیروان رشید کہتے ہیں: مجھے پچھلے تین سال سے طالع بھائی کے ساتھ ایم ٹی اے نیوز میں کام کرنے کا موقع ملا۔ تین سال کے عرصہ میں طالع نہ صرف میرے کولیگ (colleague) تھے بلکہ استاد بھی تھے اور اس سے بڑھ کر دوست اور بھائی تھے۔ کہتے ہیں میں نے تین سال کے عرصہ میں طالع کو باقاعدگی سے جمعرات کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ اپنی پنجوقتہ نمازوں کا بہت خیال رکھتے ہوئے دیکھا۔ وقت سے پہلے مسجد جاتے اور اس بات کو بھی میں نے دیکھا کہ چندہ جات کی وقت سے پہلے ادائیگی کیا کرتے تھے۔

بہرحال واقعات تو بہت سے ایسے ہیں اور بہت لوگوں نے لکھا ہے لیکن وقت کی رعایت سے کچھ میں نے بیان کر دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی اور روحانی آل ہونے کا حق بھی اس نے ادا کر دیا اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں سے تھا تو محرم کے مہینہ میں اس کو بھی قربانی کیلئے چنا۔ ایک ہیرا واقف زندگی تھا جیسا کہ میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ دی ہوگی بلکہ کسی نے اس کی وفات کے بعد خواب بھی دیکھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ کھڑے ہیں اور طالع دوڑتا ہوا جا کر ان سے چمٹ جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے ساتھ اسے چمٹا کر کہتے ہیں کہ آؤ میرے بیٹے، خوش آمدید۔

پس کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ جو دین کی خاطر قربانی کر کے اس مقام کو پا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے بیوی بچوں کا بھی حافظ و ناصر ہو اور انہیں صبر اور حوصلہ دے۔ اس کے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو بھی صبر اور حوصلہ دے اور اس کے بہن بھائیوں میں بھی، اس کی اولاد میں بھی اس کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔

نماز کے بعد ان شاء اللہ آج اس کا جنازہ بھی ہوگا۔ جنازہ آ چکا ہے۔

......☆......☆......☆......

مکرم محمد اکبر بیگ صاحب آف جماعت احمدیہ طاہر آباد (آسنور کشمیر) کا ذکر خیر

بلانے والا ہے سب سے پیارا اُسی پہ اے دل تو جاں فِدا کر

خاکسار کے والد محترم مکرم محمد اکبر بیگ صاحب طاہر آباد (آسنور) مورخہ 26/جولائی 2021ء رات سوا نو بجے وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ والد صاحب مکرم خضر محمد بیگ صاحب مرحوم کے اکلوتے بیٹے تھے۔ مکرم خضر محمد بیگ صاحب اپنے علاقہ میں عبادت الٰہی، ایمانداری، مہمان نوازی اور ہمدردیٔ خلق کے باعث ہر دلعزیز تھے۔ والد صاحب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی ایمانداری، حسن سلوک اور رواداری کے باعث ہر دلعزیز تھے۔ والد صاحب انتہائی جفاکش، دلیر اور باہمت تھے۔ جموں میں قریباً 35 سال اپنے کام کاج کے سلسلہ میں ہر سال 6 ماہ قیام کرتے تھے۔ اس دوران احمدیہ مسجد جموں میں طوعی خدمات اور مہمان نوازی کا بھرپور موقع ملا۔ والد صاحب کو خلافت احمدیہ اور واقفین زندگی کے ساتھ خاص محبت تھی۔ سبھی واقفین زندگی کے ساتھ عزت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ تمام واقفین زندگی، مبلغین جنہوں نے ان کے ساتھ وقت گزارا ہے وہ انکے حسن خلق، ہمدردیٔ خلق اور طوعی خدمات کا حسین پیرایہ میں ذکر کرتے ہیں۔ مشن ہاؤس میں قیام کے دوران جماعت احمدیہ بھدرواہ، پونچھ، راجوری اور وادیٔ کشمیر کے وہ احباب جواُن دنوں مشن ہاؤس میں آتے جاتے تھے وہ مرحوم والد صاحب کے بہت ثنا خواں ہیں ان سبھی نے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے والد مرحوم کی مہمان نوازی اور ہمدردیٔ خلق اور ایمانداری کے بہت سارے واقعات بیان کئے۔ والد صاحب نے کئی سال تک اپنی ایک دوکان چلاتے رہے جس کی وجہ سے اپنوں اور غیروں کے ساتھ بہت عرصہ لین دین رہا ہے سبھی والد صاحب کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ پسماندگان میں بیوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بڑے بیٹے مکرم محمد افضل بیگ صاحب اس وقت بطور صدر جماعت احمدیہ طاہر آباد (آسنور، کشمیر) خدمت بجالا رہے ہیں جبکہ خاکسار کو بطور نائب ناظم دارالقضاء قادیان خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ والد صاحب مکرم رفیق احمد بیگ صاحب ناظر بیت المال آمد کے تایازاد بھائی اور مکرم مظفر احمد شاہد صاحب مبلغ انچارج ضلع کولگام زون 1 کے سگے ماموں تھے۔ والد صاحب کی مغفرت اور بلندیٔ درجات اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہونے کے لئے قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

(طاہر احمد بیگ، نائب ناظم دارالقضاء قادیان)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

آج اگر ہم دنیا میں رائج بہت سی
برائیوں اور بدعتوں سے اپنے آپ کو پاک کر سکتے ہیں
تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہو کر ہی کر سکتے ہیں۔
(خطبہ جمعہ فرمودہ 9/اپریل 2004ء)

طالب دعا: محمد پرویز حسین اینڈ فیملی (گوروپالی۔ساؤتھ) شانتی نکیتن (جماعت احمدیہ بیر بھوم، بنگال)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

آج ہمیں اسلام کی صحیح تعلیم کی
وضاحت ہو سکتی ہے، صحیح تعلیم مل سکتی ہے تو
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہی مل سکتی ہے۔
(خطبہ جمعہ فرمودہ 9/اپریل 2004ء)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شکیل احمد گنائی صاحب مرحوم (دارالرحمت، جماعت احمدیہ ریشی نگر، کشمیر)

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد ایم.اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

باشندے

عرب ایک بہت کم آباد مُلک ہے۔ بارش کی کمی، ریگستان کی زیادتی، نباتاتی اور معدنی پیداوار کی قِلّت وغیرہ کئی باتوں نے مل ملا کر اس کی آبادی کو بڑھنے نہیں دیا۔ پھر بھی آج کل ستّر اسّی لاکھ کے قریب اس کی آبادی بتائی جاتی ہے جو ملک کے حالات کے ماتحت کم نہیں ہے۔

تقسیم اقوام کے لحاظ سے مؤرخین نے قبائلِ عرب کو دو اور ایک لحاظ سے تین بڑے حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔

(اوّل۔عرب عاربہ) یعنی مُلک کے قدیم اور اصلی باشندے جو آگے پھر دو حصوں میں تقسیم کئے گئے ہیں:

(الف) عرب کے وہ قدیم ترین باشندے جو اسلام سے بہت عرصہ پہلے فنا ہو چکے تھے۔ بُعدِ زمانہ کی وجہ سے ہمیں اُن کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہیں، مگر اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ کئی قبائل تھے اور مُلک کے مختلف حصّوں میں آباد تھے اور ان میں سے بعض قبائل کی اچھی اچھی زبردست اور متمدن ریاستیں تھیں۔ عاد، ثمود، طسم، جدیس اور جرہم الاولیٰ وغیرہ انہی میں سے چند مشہور قبائل کے نام ہیں۔ عاد کا وطن احقاف میں تھا اور ثمود حجاز کے شمال میں جوف میں آباد تھے۔ ان قدیم ترین قبائل کو اُن کے فنا ہو جانے کی وجہ سے عرب بائدہ بھی کہتے ہیں۔

(ب) وُہ قبائل جو بنو قحطان کہلاتے ہیں اور بعض روایتوں سے پتہ لگتا ہے کہ وہ حضرت ہودؑ کی اولاد سے تھے۔ بہر حال یہ عرب بائدہ کے بعد ملک میں پھیلے۔ ان کا اصل وطن یمن تھا جہاں سے یہ سارے عرب میں پھیل گئے اور ان کی کئی شاخیں ہوگئیں۔

عرب کے شمال میں سلطنت فارس و روم کے ساتھ علی الترتیب ملی ہوئی حیرہ اور غسّان دو مشہور ریاستیں تھیں۔ ان کے فرماں روا بھی بنو قحطان سے تھے۔ ظہورِ اسلام کے وقت بنو قحطان بہت پھیل چکے تھے اور ملک میں ان کا کافی زور تھا۔ اور مُلک کا ایک بڑا حصّہ اُن سے آباد تھا۔ مدینہ کے قبائل اوس وخزرج بھی بنو قحطان میں سے تھے۔

بعض اوقات عرب عاربہ کی اصطلاح صرف بنو قحطان کے واسطے استعمال کی جاتی ہے جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عرب کے قدیم اور اصلی باشندوں میں سے یہی وہ قوم تھی جو مستقل طور پر مُلک میں قائم رہی۔

(دوم۔عرب مستعربہ) یعنی باہر سے آئے ہوئے لوگ جو عرب میں آ کر آباد ہوئے۔ اُن میں زیادہ تر حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد تھی جو حجاز میں آ کر آباد ہوئی۔

ان کو عدنانی بھی کہتے ہیں، کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں بڑا شخص جس سے یہ لوگ پھیلے عدنان تھا۔ بنو عدنان بھی آہستہ آہستہ کئی شاخوں میں منقسم ہو گئے۔ اور مُلک کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔ قریش جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے بنو عدنان ہی کی ایک شاخ تھے۔ اور جیسا کہ آگے ظاہر ہو جائے گا ظہورِ اسلام کے وقت عرب مستعربہ میں سب سے زیادہ طاقتور اور صاحبِ اثر قریش ہی کا قبیلہ تھا۔

عرب مستعربہ کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ عدنان حضرت اسمٰعیل سے کئی پُشت بعد پیدا ہوئے تھے۔ مگر چونکہ عدنان اور حضرت اسمٰعیل کی درمیانی کڑیوں کے متعلق روایات میں کچھ اختلاف ہے اس وجہ سے بعض غیر مُسلم مؤرخین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسلِ اسمٰعیل میں ہونے کے متعلق اعتراض کا موقع مل گیا ہے، حالانکہ جس صورت میں عرب کی متفقہ روایات کی رُو سے حضرت اسمٰعیلؑ کا عرب میں آ کر آباد ہونا ثابت ہوتا ہے اور دُوسری طرف عدنان کے متعلق عرب کی تمام روایات متفق ہیں کہ وُہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے تھا تو درمیانی کڑیوں کے متعلق اختلاف اصل مسئلے پر ہرگز کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔

ظہور اسلام سے پہلے عرب کا تہذیب وتمدن

ظہورِ اسلام سے پہلے عرب کا ملک سوائے چند ساحلی علاقوں کے بیرونی دُنیا سے ایک بالکل منقطع حالت میں تھا۔ حتیٰ کہ نہ اُس پر کبھی کسی بیرونی قوم یا سلطنت کا اثر ہوا اور نہ عرب لوگ خود کبھی مستقل طور پر اپنے وطن سے باہر نکلے۔ خود مُلک کے اندر بھی اسلام سے پہلے کبھی کوئی متمدن مرکزی سلطنت قائم نہیں ہوئی۔ بے شک بعض اوقات بعض علاقہ جات میں بعض ریاستیں قائم ہوئیں مگر اُن کا اثر صرف مقامی تھا اور تمام ملک کبھی بھی کسی ایک تاجدار کے سامنے نہیں جھکا، بلکہ عموماً ہر قبیلہ آزاد تھا اور اپنا الگ الگ سردار رکھتا تھا۔ مگر عرب میں سرداری کسی کو باقاعدہ ورثہ میں نہ ملتی تھی اور نہ ہی یہ سرداری کوئی باقاعدہ حکومت کے رنگ میں ہوتی تھی، بلکہ عموماً کسی قبیلہ میں جو شخص سب سے زیادہ قابل ہوتا تھا، اُس کی مرضی پر لوگ چلتے تھے اور وہ قوم کا سردار سمجھا جاتا تھا۔

طرزِ زندگی کے لحاظ سے عربوں کی خوراک ولباس اور عام بُود و باش نہایت سادہ اور ابتدائی تھی۔ عام خوراک عربوں کی اُونٹوں اور بکریوں کا دُودھ اور کھجور تھی۔ جَو کے سَتّو بھی عموماً استعمال ہوتے تھے۔ ذی ثروت لوگ گوشت بھی کھاتے تھے اور اُونٹ یا بکری کے بھُنے ہوئے گوشت کو بہت پسند کیا جاتا تھا۔ شوربے میں روٹی کو بھگو کر کھانا ایک اعلیٰ قسم کی غذا سمجھی جاتی تھی جسے عرب لوگ ثرید کہتے تھے۔ لباس میں بھی یہی سادگی اور غربت کا عالم تھا۔ عام لوگوں کے پاس ایک چادر سے زائد کپڑا نہ ہوتا تھا جو وہ تہہ بند کے طور پر باندھے پھرتے تھے۔ قمیص صرف خاص خاص لوگ استعمال کرتے تھے اور جُبّہ تو گویا ایک بڑی نعمت تھی۔ گھروں میں عموماً فرش یا چارپائی نہیں ہوتی تھی۔ لوگ عموماً کھجور کی چٹائیوں پر سوتے تھے البتہ ذی ثروت لوگوں میں لکڑی کے تخت استعمال ہوتے تھے۔ اوڑھنے کو عموماً اُونٹ کی اُون کے بنے ہوئے بھدّے سے کمبل ہوتے تھے۔ باقاعدہ مکان کم تھے عموماً خیمے یا پھُوس کے چھپّر یا کچے مکان استعمال ہوتے تھے، البتہ بعض خاص خاص عمارتیں پتھّروں کی بھی بنائی جاتی تھیں۔

تقسیم آبادی کے لحاظ سے عرب دو حصّوں میں منقسم تھے۔ الحضر اور البدو یعنی شہروں میں رہنے والے اور جنگل میں رہنے والے۔ شہروں میں رہنے والے چونکہ ایک جگہ جم کر سکونت اختیار کرتے تھے اس لیے اُن کا ایک خاص تمدّن تھا اور اُن میں ایک مُدنیت کا رنگ تھا مگر بدوی لوگوں کی زندگی جنگلی اور خانہ بدوشوں کی سی زندگی تھی۔ وہ خیموں اور عارضی گھروں میں رہتے تھے اور اپنے بال بچوں اور مویشیوں کو لے کر ایک وسیع علاقہ میں اِدھر اُدھر آزادانہ پھرتے رہتے تھے۔ جہاں پانی اور سبزی پاتے وہیں ڈیرہ لگا دیتے۔ پھر کسی اور طرف نِکل جاتے۔ اسی طرح اُن کی ساری عمر بسر ہو جاتی تھی۔ اس طرز زندگی کے نقشے قدیم شاعروں نے اپنے کلام میں نہایت خوبی کے ساتھ کھینچے ہیں۔ ان لوگوں کی زبان شہری لوگوں کی نسبت زیادہ صاف اور خالص تھی اور ان میں اصل عربی فطرت اور عربی عادات کی تصویر زیادہ واضح طور پر نظر آتی ہے۔ ان کا پیشہ زیادہ تر ایک چرواہے کا سمجھنا چاہئے۔

عربوں میں لین دین عموماً جنس کا جنس سے ہوتا تھا، لیکن سونے اور چاندی کے بھدّے سے سکّے بھی چلتے تھے۔ چنانچہ چاندی کے دو سکّے رائج تھے، درہم اور اوقیہ۔ ایک اوقیہ کی قیمت چالیس درہم کے برابر سمجھی جاتی تھی۔ سونے کا مروّج سکّہ دینار تھا۔ ترازو سے تولنے کا رواج کم تھا۔ عموماً ماپ کا دستور تھا، چنانچہ مُدّ اور صاع عرب کے دو مشہور پیمانے تھے۔ ناپنے کا آلہ صرف ذراع یعنی ہاتھ تھا جسے گویا ڈیڑھ فٹ کے برابر سمجھنا چاہئے۔

ختنہ کی رسم عربوں میں عام تھی۔ حتّٰی کہ بعض اوقات عورتیں بھی ختنہ کرواتی تھیں۔ مُردوں کو غسل دینے اور کفن میں لپیٹ کر دفن کرنے کا رواج تھا۔ عرب لوگ داڑھی رکھتے اور عموماً مونچھیں کترواتے تھے۔ سُود لینے دینے کا رواج بھی کم وبیش پایا جاتا تھا۔

عربوں کی تجارت

عربوں کے قومی پیشے صرف تین تھے۔ اوّل زراعت جو ملک کے ایک نہایت قلیل حصّہ تک محدود تھی۔ دوسرے مویشیوں کا پالنا جسے انگریزی میں پاسچرنگ کہتے ہیں۔ یہ بھی ملک کے صرف خاص خاص حِصّوں میں ہی ممکن تھا۔ تیسرے تجارت جسے گویا ملک کا سب سے بڑا پیشہ سمجھنا چاہئے عرب کے لوگ ہمیشہ سے تجارت پیشہ رہے ہیں۔ خصوصاً وہ قبائل جو ساحل سمندر کے پاس یا متمدن ملکوں کے قرب میں آباد تھے قدیم سے تجارت میں مصروف چلے آئے ہیں۔ ابتدائی زمانہ میں تو مشرق ومغرب کے درمیان تجارتی مال لانے اور لے جانے کا بڑا ذریعہ عرب لوگ ہی تھے۔ چنانچہ ایک طرف شام ومصر اور دوسری طرف سواحلِ بحرِ ہند کے درمیان ان کے تجارتی قافلے برابر آتے جاتے تھے جو گویا ہندوستان اور شام ومصر کے درمیان ایک تجارتی کڑی کا کام دیتے تھے مگر سمندر کا راستہ کھل جانے سے عربوں کی اس تجارت کو سخت نقصان پہنچا اور اس قدیم راستہ پر جو شام سے حجاز اور پھر یمن اور پھر حضرموت کے اندر سے ہوتا ہوا عرب کے مشرقی ساحل کی طرف جاتا تھا تجارتی قافلوں کی آمد و رفت عملاً بالکل رُک گئی اور صرف مُلک کے اندر کی معمولی تجارت باقی رہ گئی۔ یہ اندرونی تجارت حجاز، یمن، بحرین اور نجد وغیرہ کے اندر محدود تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قریباً ایک سو سال پہلے شام کے ساتھ حجاز و یمن کی تجارت کا سلسلہ پھر شروع ہوا۔ گو اس پہلے پیمانہ پر تو نہ تھا اور نہ ہوسکتا تھا، لیکن پھر بھی ملک میں اس سے کچھ جان آ گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قریشِ مکّہ کے تجارتی قافلے باقاعدہ شام اور یمن کی طرف آتے جاتے تھے اور بعض اوقات عرب کے دُوسرے حِصّوں کی طرف بھی جاتے تھے مگر اس زمانہ میں قریش مکّہ کی بڑی تجارت شام سے تھی۔ مکّہ سے شام کی طرف جانے کا زیادہ مستعمل راستہ بحرِ احمر کے ساتھ ساتھ شمال کو جاتا تھا۔ یثرب کا شہر جس نے بعد میں مدینہ کا نام پایا اسی راستہ کے قرب میں واقع تھا۔ شامی راستہ پر وہ مقام جہاں سے مدینہ کا راستہ مشرق کی طرف الگ ہو جاتا تھا بدر ہے جہاں مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان سب سے پہلی لڑائی ہوئی۔

برآمد کا مال عموماً قیمتی دھاتوں، موتیوں، جانوروں کی کھالوں، گرم مصالحہ جات اور خوشبودار چیزوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ اور جیسا کہ قیاس کیا جاسکتا ہے درآمد بالعموم غلّہ، پارچات، سامانِ حرب، شراب اور کھانے کی خشک چیزوں پر مشتمل تھی۔

عرب میں قاعدہ تھا کہ سال کے مختلف حصوں میں ملک کے مختلف مقاموں میں تجارتی میلے لگا کرتے تھے جن میں دور دراز سے تاجر لوگ آ کر شامل ہوتے اور تجارت کرتے تھے۔ ان میلوں کیلئے قرب شام میں دومۃ الجندل، بحرین میں مشقر، عمان میں وبا، یمن میں صنعا اور حجاز میں عکاظ خاص شہرت رکھتے تھے۔

تعلیم اور قدیم شاعری

تعلیم عرب میں تھی تو سہی مگر بہت ہی کم تھی۔ سوائے خاص خاص اشخاص کے سارا ملک اَن پڑھ تھا اور یہ چند خواندہ لوگ بھی زیادہ تر شہروں میں آباد تھے، مگر باوجود اس جہالت کے عربوں کو اپنی فصاحت اور بلاغت پر بڑا گھمنڈ تھا حتیٰ کہ عرب اپنے سوا باقی تمام دُنیا کو عجمی یعنی گنگ کہتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ زبان کی فصاحت میں عرب کو واقعی حد درجہ کمال حاصل تھا۔ زمانہ جاہلیت کے شعراء کا کلام آج تک محفوظ ہے اسکے اندر جو فصاحت و بلاغت، جو زور اور جوش وخروش، جو آزادانہ زندگی کی جھلک اور طبعی بہاؤ کی لہریں نظر آتی ہیں وہ کسی اور قوم اور کسی اور وقت کی شاعری میں کم ملیں گی۔ اور ان لوگوں میں یہ ایک خصوصیّت تھی کہ اپنے دلی خیالات کو نہایت بے تکلفی کے ساتھ بالکل ننگی زبان میں کہہ جاتے تھے کوئی تصنّع نہیں کوئی بناوٹ نہیں طبیعت پر کوئی زور نہیں۔ اسی لیے اُن کا کلام ان کے خیالات، جذبات اور عادات کی پوری پوری ترجمانی کرتا ہے۔

عرب قوم اپنی اس خوبی کو خود بھی خوب سمجھتی تھی۔ چنانچہ ایک مؤرخ نے لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عرب ایک دوسرے کو صرف تین موقعوں پر مبارکباد کہتے تھے۔ اوّل کسی لڑکے کی ولادت پر۔ دوسرے کسی شاعر کے سر نکالنے پر اور تیسرے عمدہ بچھیرے کے پیدا ہونے پر۔ اس مختصر فقرہ میں عربی زندگی کا پورا نقشہ آ جاتا ہے۔

عرب میں شعراء گویا ملک کے لیڈر سمجھے جاتے تھے۔ اُن کو یہ طاقت حاصل تھی کہ اپنے کلام کے زور سے دو قبائل کے درمیان جنگ کرا دیں اور ملک میں آگ لگا دیں۔ عرب کے خاص خاص مقامات میں شعراء جمع ہو کر طبع آزمائیاں کرتے تھے۔ عکاظ جو نخلہ اور طائف کے درمیان مکّہ سے مشرق کی طرف ایک شاداب جگہ ہے ایسے میلوں کیلئے زمانہ جاہلیّت میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ یہاں ہر سال ذیعقدہ میں میلہ لگتا تھا اور دُور دراز سے لوگ جمع ہوتے تھے اور علاوہ دُوسری باتوں کے مختلف قبائلِ عرب کے درمیان فصاحت و بلاغت اور شاعری کے مقابلے بھی ہوا کرتے تھے۔

فتح مکّہ کے بعد جب تمام اطراف عرب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مختلف قبائل کے وفد حاضر ہوئے تو اُن میں سے بنو تمیم نے جو معیارِ صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا اس سے ملک عرب میں شاعری کی حیثیت کا پتہ چلتا ہے۔ انہوں نے بجائے اور دلیلوں میں پڑنے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تو صرف اس لیے آئے ہیں کہ آپ کے اور اپنے شاعر کا مقابلہ کرا کے دیکھیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا شاعر کھڑا کر دیا جس نے اپنے قبیلہ کی تعریف میں چند اشعار کہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی طرف سے حسّان بن ثابتؓ انصاری کو کھڑے ہونے کا ارشاد فرمایا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کی تعریف میں چند زوردار شعر کہے جن کی فصاحت کا لوہا بنو تمیم کو ماننا پڑا اور اسکے بعد یہ قبیلہ مسلمان ہوگیا۔

(باقی آئندہ)

(سیرت خاتم النّبیینؐ صفحہ 47 تا 55، مطبوعہ 2006 قادیان)

......☆......☆......☆......

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے۔ رضی اللہ عنہ)

(419) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے کہ اس نے ہمیں ایسے زمانہ میں مبعوث فرمایا ہے کہ رمضان کا مہینہ سردیوں میں آتا ہے اور روزے زیادہ جسمانی تکلیف کا موجب نہیں ہوتے اور ہم آسانی کے ساتھ رمضان میں بھی کام کر سکتے ہیں۔ مولوی صاحب کہتے تھے کہ ان دنوں میں رمضان دسمبر میں آیا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے اس زمانہ کی جنتری کو دیکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیحیت کا دعویٰ 1891ء میں فرمایا تھا۔ اور 1891ء میں رمضان کا مہینہ 11 اپریل کو شروع ہوا تھا۔ گویا یہ رمضان کے مہینہ کیلئے موسم سرما میں داخل ہونے کی ابتدا تھی۔ چنانچہ 1892ء میں رمضان کے مہینہ کی ابتدا 31 مارچ کو ہوئی اور 1893ء میں 20 مارچ کو ہوئی اور اسکے بعد رمضان کا مہینہ ہر سال زیادہ سردیوں کے دنوں میں آتا گیا اور جب 1908ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا تو اس سال رمضان کے مہینہ کی ابتدا یکم اکتوبر کو ہوئی تھی۔ اس طرح گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا زمانہ تمام کا تمام ایسی حالت میں گذرا کہ رمضان کے روزے سردی کے موسم میں آتے رہے اور یہ خدا تعالیٰ کا ایک فضل تھا جو اس کی تقدیر عام کے ماتحت وقوع میں آیا اور جسے حضرت مسیح موعودؑ کی نکتہ شناس طبیعت نے خدا کا ایک احسان سمجھ کر اپنے اندر شکر گذاری کے جذبات پیدا کئے۔

(421) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم بیان کرتے تھے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمدردی اور وفاداری کے ذکر میں یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اگر ہمارا کوئی دوست ہو اور اس کے متعلق ہمیں یہ اطلاع ملے کہ وہ کسی گلی میں شراب کے نشے میں مدہوش پڑا ہے تو ہم بغیر کسی شرم اور روک کے وہاں جا کر اسے اپنے مکان میں اُٹھا لائیں اور پھر جب اسے ہوش آنے لگے تو اسکے پاس سے اُٹھ جائیں تا کہ ہمیں دیکھ کر وہ شرمندہ نہ ہو اور حضرت صاحب فرماتے تھے کہ وفاداری ایک بڑا عجیب جوہر ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ شرابیوں اور فاسق فاجروں کو اپنا دوست بنانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ منشاء یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا کوئی دوست ہو اور وہ کسی قسم کی عملی کمزوری میں مبتلا ہو جاوے تو اس وجہ سے اسکا ساتھ نہیں چھوڑ دینا چاہئے بلکہ اسکے ساتھ ہمدردی اور وفاداری کا طریق برتنا چاہئے اور مناسب طریق پر اسکی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ دراصل یہی وہ وقت ہے جبکہ اسے اپنے دوستوں کی حقیقی ہمدردی اور ان کی محبت آمیز نصائح کی ضرورت ہوتی ہے اور ایسے وقت پر چھوڑ کر الگ ہو جانا دوستانہ وفاداری کے بالکل خلاف ہے ہاں البتہ اگر خود اس دوست کی طرف سے ایسے امور پیش آجاویں کہ جو تعلقات کے قطع ہو جانے کا باعث ہوں تو اور بات ہے۔ انسان کو حتی الوسع اپنے لئے ہمیشہ اچھے دوستوں کا انتخاب کرنا چاہیے۔ لیکن جب کسی کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں تو پھر ان تعلقات کا نبھانا بھی ضروری ہوتا ہے اور صرف اس وجہ سے کہ دوست کی طرف سے کوئی عملی کمزوری ظاہر ہوئی ہے یا یہ کہ اسکے اندر کوئی کمزوری پیدا ہو گئی ہے تعلقات کا قطع کرنا جائز نہیں ہوتا بلکہ ایسے وقت میں خصوصیت کے ساتھ ہمدردی اور محبت اور دوستانہ نصیحت کو کام میں لانا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ لوگ یہ اعتراض کریں گے کہ ایک خراب آدمی کے ساتھ کیوں تعلقات رکھے جاتے ہیں۔ مومن کو لوگوں کے گندوں کو دھونے کیلئے پیدا کیا گیا ہے اگر وہ ایسے موقعوں پر چھوڑ کر الگ ہو جائے گا تو علاوہ بے وفائی کا مرتکب ہونے کے اپنے فرض منصبی میں بھی کوتاہی کرنے والا ٹھہریگا۔ ہاں بے شک جس شخص کی اپنی طبیعت کمزور ہو اور اسکے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ بجائے اپنا نیک اثر ڈالنے کے خود دوسرے کے ضرر رساں اثر کو قبول کرنا شروع کر دیگا تو ایسے شخص کیلئے یہی ضروری ہے کہ وہ اپنے اس قسم کے دوست سے میل جول ترک کر دے اور صرف اپنے طور پر خدا تعالیٰ سے اس کی اصلاح کے متعلق دعائیں کرتا رہے۔ بچے بھی بوجہ اپنے علم اور عقل اور تجربہ کی خامی کے اس قسم کے اندر شامل ہیں یعنی بچوں کو بھی چاہئے کہ جب اپنے کسی دوست کو بد اعمالی کی طرف مائل ہوتا دیکھیں یا جب ان کے والدین یا گارڈین انہیں کسی خراب شخص کی دوستی سے منع کریں تو آئندہ اس کی صحبت کو کلیۃً ترک کر دیں۔

(422) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ دعویٰ میسحیت سے قبل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بہت تعلق تھا چنانچہ مجھے یاد ہے کہ قادیان سے انبالہ چھاؤنی جاتے ہوئے آپ مع اہل وعیال کے مولوی محمد حسین صاحب کے مکان پر بٹالہ میں ایک رات ٹھہرے تھے اور مولوی صاحب نے بڑے اہتمام سے حضرت صاحب کی دعوت کی تھی نیز ڈاکٹر صاحب موصوف نے بیان کیا کہ جس جس جگہ حضرت والد صاحب (یعنی خاکسار کے نانا جان مرحوم) کا قیام ہوتا تھا وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی عموماً تشریف لایا کرتے تھے مثلاً انبالہ چھاؤنی، لدھیانہ، پٹیالہ، فیروز پور چھاؤنی میں آپ تشریف لے گئے تھے اور سب سے زیادہ آپ لدھیانہ میں رہے۔ حضور کی سب سے بڑی لڑکی عصمت انبالہ چھاؤنی میں پیدا ہوئی تھی اور باقی سب بچے قادیان میں پیدا ہوئے۔ بیعت اولیٰ، فتح اسلام، توضیح مرام کی اشاعت مباحثہ مولوی محمد حسین اور وفات عصمت لدھیانہ میں ہوئے۔ انبالہ میں کچھ مدت کیلئے ایک بنگلہ کرایہ پر لیا تھا اور لدھیانہ میں ہمارے رہائشی مکان کے ساتھ بالکل ملحق شاہزادہ والا گوہر کا ایک اور بڑا مکان محلہ اقبال گنج میں تھا وہ کرایہ پر لے لیتے تھے۔ جب حضور لدھیانہ تشریف لاتے تھے تو ہم سب حضور کے مکان میں آجاتے تھے اور ہمارے والا مکان مردانہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا چنانچہ اسی میں مولوی محمد حسین والا مباحثہ بھی ہوا تھا۔ اسکے سوا کسی اور جگہ حضور نے الگ مکان نہیں لیا اور نہ کسی جگہ حضور اتنا زیادہ ٹھہرے۔

(423) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سر کے بال منڈوانے کو بہت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ خارجیوں کی علامت ہے نیز حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ہمارے سر کے بال عقیقہ کے بعد نہیں مونڈے گئے۔ چنانچہ آپ کے سر کے بال نہایت باریک اور ریشم کی طرح ملائم تھے اور نصف گردن تک لمبے تھے لیکن آپ کی ریش مبارک کے بال سر کے بالوں کی نسبت موٹے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ جو میر صاحب نے بیان کیا ہے کہ حضرت صاحب کے بال نصف گردن تک لمبے تھے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جس طرح ان لوگوں کے بال نظر آتے ہیں جنھوں نے پٹے رکھے ہوتے ہیں اس طرح آپ کے بال نظر آتے تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ گو آپ کے بال لمبے ہوتے تھے لیکن بوجہ اسکے کہ وہ نہایت نرم اور باریک تھے اور گھنے بھی نہ تھے وہ پٹوں کی طرح نظر نہ آتے تھے۔

(424) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پرندوں کا گوشت پسند تھا اور بعض دفعہ بیماری وغیرہ کے دنوں میں بھائی عبد الرحیم صاحب کو حکم ہوتا تھا کہ کوئی پرندہ شکار کر لائیں۔ اسی طرح جب تازہ شہد معہ چھتہ کے آتا تھا تو آپ اسے پسند فرما کر نوش کرتے تھے۔ شہد کا چھتہ تلاش کرنے اور توڑنے میں بھائی عبد العزیز صاحب خوب ماہر تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بھائی عبد الرحیم صاحب اور بھائی عبد العزیز صاحب ہر دو نو مسلمین میں سے ہیں۔ بھائی عبد الرحیم صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بڑے شوق سے حصہ لیتے تھے اور حضرت صاحب بھی از راہ شفقت بعض متفرق خدمات ان کے سپرد فرما دیتے تھے۔ آجکل وہ ہمارے مدرسہ تعلیم الاسلام میں دینیات کے اوّل مدرس ہیں۔

(425) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ میاں عبد اللہ صاحب سنوری نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدام کے ساتھ بالکل بے تکلفی سے گفتگو فرماتے تھے۔ میں آپ کی خدمت میں اپنے سارے حالات کھل کر عرض کر دیتا تھا اور آپ ہمدردی اور توجہ سے سنتے تھے اور بعض اوقات آپ اپنے گھر کے حالات خود بھی بے تکلفی سے بیان فرما دیتے تھے اور ہمیشہ مسکراتے ہوئے ملتے تھے جس سے دل کی ساری کلفتیں دور ہو جاتی تھیں۔

(426) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ مولوی قطب الدین صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ اوائل زمانہ میں جب میں نے علم طب کے حاصل کرنے کی طرف توجہ کی تو میں نے بعض ابتدائی درسی کتابیں پڑھنے کے بعد کسی ماہر فن سے علم سیکھنے کا ارادہ کیا اور چونکہ میں نے حکیم محمد شریف صاحب امرتسری کے علم وکمال کی بہت تعریف سُنی تھی اس لئے میں ان کے پاس گیا اور علم سیکھنے کی خواہش کی مگر انہوں نے جواب دیدیا اور ایسے رنگ میں جواب دیا کہ میں ان کی طرف سے مایوس ہو گیا۔ اسکے بعد میں جب قادیان آیا تو میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ میں طب کا علم کسی ماہر سے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت صاحب نے حکیم محمد شریف صاحب کا نام لیا میں نے عرض کیا کہ انہوں نے تو جواب دیدیا ہے۔ حضرت صاحب فرمانے لگے کہ بعض اوقات ایک شخص اپنے عام حالات کے ماتحت دوسرے کی درخواست کو رد کر دیتا ہے لیکن جب اس امر کے متعلق اسکے پاس کسی ایسے شخص کی سفارش کی جاتی ہے جس کا اسے خاص لحاظ ہوتا ہے تو پھر وہ مان لیتا ہے۔ پس ہمیں بھی امید ہے کہ حکیم صاحب ہماری سفارش کو رد نہیں کریں گے۔ چنانچہ میں حضرت صاحب کی سفارش لے کر گیا تو حکیم صاحب خوشی کے ساتھ رضامند ہو گئے اور کہنے لگے کہ تم ایک ایسے شخص کی سفارش لائے ہو جس کا کہنا میں نے آج تک کبھی رد نہیں کیا اور نہ کر سکتا ہوں۔

(427) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ مولوی عبد اللہ صاحب سنوری نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے سنا ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض اوقات ایک انسان بد اعمالی میں مبتلا ہوتا ہے اور ترقی کرتا جاتا ہے حتیّٰ کہ دوزخ کے منہ تک پہنچ جاتا ہے لیکن پھر اس کی زندگی میں ایک پلٹا آتا ہے اور وہ نیکی کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہو جاتا ہے اور ایک دوسرا شخص نیک ہوتا ہے اور اچھے اعمال بجا لاتا ہے حتیّٰ کہ جنت کے منہ تک پہنچ جاتا ہے لیکن پھر اسے کوئی ٹھوکر لگتی ہے اور وہ بدی کی طرف جھک جاتا ہے اور اس کا انجام خراب ہو جاتا ہے اور میاں عبد اللہ صاحب کہتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ حدیث بیان فرما کر فرماتے تھے کہ جو شخص بد اعمالی میں زندگی گذارتا ہے لیکن بالآخر اسی دنیا میں اسکا انجام نیک ہو جاتا ہے وہ بھی عجیب نصیبے والا انسان ہوتا ہے کہ اس جہان میں بھی وہ اپنی خواہشات کے مطابق آزادانہ زندگی گذار لیتا ہے اور اگلے جہان میں بھی اسے جنت میں جگہ ملتی ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شخص ساری عمر بد اعمالی میں مبتلا رہ کر آخری عمر میں توبہ کا موقعہ پا کر جنت میں داخل ہو جاتا ہے وہ سب سے زیادہ خوش نصیب ہے کیونکہ اگر دوسرے حالات مساوی ہوں تو یقیناً ایسا شخص اُس شخص سے رتبہ میں بہت کم ہے جو دنیا کی زندگی بھی خدا کیلئے تقویٰ وطہارت میں صرف کرتا ہے مگر ہاں چونکہ آخری عمر کی توبہ مقدم الذکر شخص کی نجات اُخروی کا موجب ہو جاتی ہے اس لئے اس میں شک نہیں کہ وہ خاص طور پر خوش نصیب سمجھا جانا چاہئے اور یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایسا شخص اس جہان میں بھی اپنی خواہشات کے مطابق آزادانہ زندگی گذار لیتا ہے اسکا مطلب یہ نہیں کہ جو شخص خدا کیلئے اس دنیا میں زندگی گذارتا ہے اور اپنی خواہشات نفسانی کو دبا کر رکھتا ہے اس کی زندگی کوئی تلخی کی زندگی ہوتی ہے کیونکہ گو مادی نقطہ نگاہ سے اس کی زندگی تلخ سمجھی جا سکتی ہے لیکن اس کیلئے وہی خوشی کی زندگی ہوتی ہے بلکہ حق یہ ہے کہ خدا کیلئے زندگی گذارنے والا جو روحانی سرور اور لطف اپنی زندگی میں پاتا ہے وہ ہرگز ایک دنیا دار کو اپنی جسمانی لذات میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس حضرت صاحب کا مطلب صرف یہ ہے کہ ایک دنیا دار شخص اپنے رنگ میں خوش رہتا ہے کیونکہ اسکی جسمانی خواہشات بالکل آزاد ہوتی ہیں۔

(سیرۃ المہدی، جلد اوّل، مطبوعہ قادیان 2008)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ ✡ تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ ✡ اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

طالبِ دُعا: زبیر احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ دارجلنگ (صوبہ مغربی بنگال)

احادیث خصوصاً بخاری اور مسلم میں یہ کہیں وضاحت نہیں ملتی کہ سنتوں کی چاروں رکعات میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرآن کا کچھ حصہ ضرور پڑھا جائے

جس طرح فرض نمازوں کی صرف پہلی دو رکعات میں سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھا جاتا ہے اسی طرح سنت نمازوں کی بھی صرف پہلی دو رکعات میں ہی سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھا جائے گا اور تیسری اور چوتھی رکعات میں صرف سورۃ فاتحہ پر ہی اکتفا کیا جائے گا اور یہی میرا مؤقف ہے

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے اہم سوالات کے بصیرت افروز جوابات

نوٹ: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں اہم مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کے افادہ کیلئے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

(قسط 11)

سوال ایک دوست نے سنت نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھنے کے بارے میں رہنمائی چاہی۔ جس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 14 مارچ 2019ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب احادیث میں جس طرح فرض نمازوں کی پہلی دو رکعات میں سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھنے کی بابت صراحت پائی جاتی ہے۔ اس طرح احادیث اور خصوصاً صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ کہیں وضاحت نہیں ملتی کہ سنتوں کی چاروں رکعات میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرآن کا کچھ حصہ ضرور پڑھا جائے۔

فقہاء کا بھی اس بارے میں اختلاف ہے۔ چنانچہ مالکی اور حنبلی مسالک والے سنتوں کی تمام رکعات میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھتے ہیں جبکہ حنفی اور شافعی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کا کوئی حصہ نہیں پڑھتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس معاملہ میں فرض اور سنت نماز میں کوئی فرق نہیں۔ جس طرح فرض نمازوں کی صرف پہلی دو رکعات میں سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھا جاتا ہے اسی طرح سنت نمازوں کی بھی صرف پہلی دو رکعات میں ہی سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھا جائے گا اور تیسری اور چوتھی رکعات میں صرف سورۃ فاتحہ پر ہی اکتفا کیا جائے گا اور یہی میرا مؤقف ہے۔

سوال ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حال ہی میں کسی ملک میں رجم کی سزا کے نفاذ کا ذکر کر کے دریافت کیا ہے کہ کیا اس زمانہ میں بھی رجم کی سزا کا نفاذ کیا جا سکتا ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 14 مارچ 2019ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب اسلام کی تعلیمات جس میں سزائیں بھی شامل ہیں، کسی زمانہ یا ملک کے ساتھ مختص نہیں بلکہ عالمگیر اور دائمی ہیں۔ لیکن اسلامی سزاؤں کے بارے میں یہ بات ہمیشہ مدنظر رہنی چاہیے کہ ان کے عموماً دو پہلو ہیں ایک انتہائی سزا اور ایک نسبتاً کم سزا اور ان سزاؤں کا بنیادی مقصد برائی کی روک تھام اور دوسروں کیلئے عبرت کا سامان کرنا ہے۔

پس اگر زنا فریقین کی باہمی رضامندی سے ہو اور وہ اسلامی طریقۂ شہادت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو فریقین کو سو کوڑوں کی سزا کا حکم ہے۔ لیکن جس زنا میں زبردستی کی جائے اور اس میں نہایت وحشیانہ مظالم کا جذبہ پایا جاتا ہو۔ یا کوئی زانی چھوٹے بچوں کو اپنے ظلموں کا نشانہ بناتے ہوئے اس گھناؤنی حرکت کا مرتکب ہوا ہو تو ایسے زانی کی سزا صرف سو کوڑے تو نہیں ہو سکتی۔ ایسے زانی کو پھر قرآن کریم کی سورۃ المائدہ آیت 34 اور سورۃ الاحزاب کی آیت 61 تا 63 میں بیان تعلیم کی رو سے قتل اور سنگساری جیسی انتہائی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ لیکن اس سزا کا فیصلہ کرنے کا اختیار حکومت وقت کو دیا گیا ہے اور اس تعلیم کے ذریعہ عمومی طور پر حکومت وقت کے لیے ایک راستہ کھول دیا گیا۔

سوال ایک دوست نے ایک وقت میں دی جانے والی تین طلاقوں، غصہ کی حالت میں دی جانے والی طلاق اور طلاق کیلئے گواہی کے مسائل کی بابت بعض استفسار حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں عرض کیے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ یکم جون 2019ء میں ان سوالات کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب جب کوئی شخص اپنی بیوی کو پورے ہوش و حواس سے طلاق دے تو طلاق خواہ زبانی ہو یا تحریری، ہر دو صورت میں مؤثر ہوگی۔ البتہ ایک نشست میں تین مرتبہ دی جانے والی طلاق صرف ایک ہی طلاق شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ کتب احادیث میں حضرت رکانہؓ بن عبد یزید کا واقعہ ملتا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک وقت میں تین طلاقیں دے دیں جس کا انہیں بعد میں افسوس ہوا۔ جب یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس طرح ایک طلاق واقع ہوتی ہے اگر تم چاہو تو رجوع کر سکتے ہو چنانچہ انہوں نے اپنی طلاق سے رجوع کر لیا اور پھر اس بیوی کو حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں دوسری اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں تیسری طلاق دی۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فِي الْبَتَّةِ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں: ''طلاق ایک وقت میں کامل نہیں ہو سکتی۔ طلاق میں تین طہر ہونے ضروری ہیں۔ فقہاء نے ایک ہی مرتبہ تین طلاق دے دینی جائز رکھی ہے مگر ساتھ ہی اس میں یہ رعایت بھی ہے کہ عدت کے بعد اگر خاوند رجوع کرنا چاہے تو وہ عورت اسی خاوند سے نکاح کر سکتی ہے اور دوسرے شخص سے بھی کر سکتی ہے۔''

(ملفوظات، جلد پنجم، صفحہ 17، مطبوعہ 2016ء)

اسی طرح جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس کی کسی ناقابل برداشت اور فضول حرکت پر ناراض ہو کر یہ قدم اٹھاتا ہے۔ بیوی سے خوش ہو کر تو کوئی انسان اپنی بیوی کو طلاق نہیں دیتا۔ اس لیے ایسے غصہ کی حالت میں دی جانے والی طلاق بھی مؤثر ہوگی۔ البتہ اگر کوئی انسان ایسے طیش میں تھا کہ اس پر جنون کی کیفیت طاری تھی اور اس نے نتائج پر غور کیے بغیر جلد بازی میں اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر اس جنون کی کیفیت کے ختم ہونے پر نادم ہوا اور اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اسی قسم کی کیفیت کیلئے قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (سورۃ البقرۃ: 226) یعنی اللہ تمہاری قسموں میں (سے) لغو (قسموں) پر تم سے مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ ہاں جو (گناہ) تمہارے دلوں نے (بالارادہ) کمایا اس پر تم سے مؤاخذہ کرے گا اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بردبار ہے۔

جہاں تک طلاق کیلئے گواہی کا مسئلہ ہے تو یہ اس لیے ہے کہ تنازعہ کی صورت میں فیصلہ کرنے میں آسانی رہے۔ لیکن اگر میاں بیوی طلاق کے اجرا پر متفق ہوں اور ان میں کوئی اختلاف نہ ہو تو پھر گواہی کے بغیر بھی ایسی طلاق مؤثر شمار ہوگی۔ پس طلاق کیلئے گواہی کا ہونا مستحب ہے لازمی نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے طلاق اور رجوع کے سلسلہ میں جہاں گواہی کا ذکر کیا ہے وہاں اسے نصیحت قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (سورۃ الطلاق: 3) یعنی پھر جب عورتیں عدت کی آخری حد کو پہنچ جائیں تو انہیں مناسب طریق پر روک لو یا انہیں مناسب طریق پر فارغ کر دو۔ اور اپنے میں سے دو منصف گواہ مقرر کرو۔ اور خدا کیلئے سچی گواہی دو۔ تم میں سے جو کوئی اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتا ہے اس کو یہ نصیحت کی جاتی ہے اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کیلئے کوئی نہ کوئی رستہ نکال دے گا۔

چنانچہ فقہاء اربعہ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص بغیر گواہوں کے طلاق دے دے یا رجوع کر لے تو اس کی طلاق یا رجوع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

سوال ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں قرآن کریم کی تلاوت کے بعد ''صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ'' کے الفاظ پڑھنے کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کر کے رہنمائی چاہی، اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 11/ جون 2019ء میں درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب میں نے اس بارے میں تحقیق کروائی ہے۔ علماء میں دونوں قسم کے نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں۔ جو اس کے جواز کے قائل ہیں انہوں نے بعض قرآنی آیات اور احادیث سے استدلال کر کے اسکے جواز کی راہ نکالی ہے۔

میرے نزدیک بھی اگر کوئی تلاوت کرنے کے بعد یہ الفاظ پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ کیونکہ اس میں کوئی برائی تو بہر حال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے سچا ہونے کی تصدیق کی جارہی ہے۔ لیکن ان الفاظ کا مطلب جانے بغیر صرف ایک رسم کے طور پر انہیں دوہرا دینا ایک بے معنی فعل شمار ہوگا۔

سوال ایک دوست نے مسافر کیلئے رمضان کے روزوں کی رخصت کے بارے میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بعض ارشادات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں پیش کر کے ان کی باہم تطبیق کی بابت رہنمائی چاہی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 11/ جون 2019ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب آپ کے خط میں بیان دونوں قسم کے ارشادات میں کوئی تضاد نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ دونوں ہی کا قرآن کریم کے واضح حکم کی روشنی میں یہی ارشاد ہے کہ مسافر اور مریض کو روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ اور اگر کوئی شخص بیماری میں یا سفر کی حالت میں روزہ رکھتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے واضح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔

جہاں تک حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد ''روزہ میں سفر ہے۔ سفر میں روزہ نہیں'' کا تعلق ہے تو اگر اس سارے خطبہ کو غور سے پڑھا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور دراصل اس میں مختلف مثالیں بیان فرما کر سمجھا رہے ہیں کہ ایسا سفر جو باقاعدہ تیاری کے ساتھ، سامان سفر باندھ کر سفر کی نیت سے کیا جائے وہ سفر خواہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اس میں شریعت روزہ رکھنے سے منع کرتی ہے۔ لیکن ایسا سفر جو سیر کی غرض سے یا کسی Trip اور Enjoyment کیلئے کیا جائے، وہ روزہ کے لحاظ سے سفر شمار نہیں ہوگا اور اس میں روزہ رکھا جائے گا۔ چنانچہ سفر میں روزہ رکھنے کے بارے میں آپ کے دیگر ارشادات بھی آپ کے اسی نظریہ کی تائید کرتے ہیں۔

سوال ایک دوست نے حضور انور کی خدمت اقدس میں استفسار بھجوایا کہ کیا لڑکی اپنے نکاح کے موقعہ پر خود ایجاب وقبول کر سکتی ہے، نیز یہ کہ اعلان نکاح کے موقعہ پر حق مہر کا ذکر کرنا ضروری ہے؟ حضور انور نے اپنے مکتوب مورخہ 22/ جولائی 2019ء میں اس کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں مسلمان مردوں کو مومن عورتوں کے ساتھ اور مسلمان عورتوں کو مومن مردوں کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم دیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے مرد و خواتین دونوں کیلئے الگ الگ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ چنانچہ مردوں کیلئے فرمایا ''وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ'' کہ تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو اور عورتوں کیلئے فرمایا ''وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ'' کہ تم (اپنی لڑکیاں) مشرک مردوں سے نہ بیاہا کرو۔

گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ولیوں پر ان کے نکاح کے انعقاد کی ذمہ داری ڈالی ہے۔ اسی لیے اعلان نکاح کے موقعہ پر لڑکی کی طرف سے اس کا ولی ایجاب وقبول کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عورت خود بخود نکاح کے توڑنے کی مجاز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود بخود نکاح کرنے کی مجاز نہیں بلکہ حاکم وقت کے ذریعہ سے نکاح کو توڑا سکتی ہے جیسا کہ ولی کے ذریعہ سے نکاح کو کرا سکتی ہے۔''

(آریہ دھرم صفحہ 32، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 37)

پس اعلان نکاح میں ایجاب وقبول کے وقت لڑکی کی طرف سے اس کا ولی یہ ذمہ داری ادا کرے گا اور یہی جماعتی روایت ہے۔

جہاں تک اعلان نکاح میں حق مہر کے تذکرہ کی بات ہے تو یہ ضروری نہیں، کیونکہ قرآن کریم کے احکامات کے مطابق حق مہر کے تقرر کے بغیر بھی نکاح ہو سکتا ہے جیسا کہ فرمایا: لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ

باقی صفحہ 17 پر ملاحظہ فرمائیں

جو جو کام کسی کے سپرد کیا ہے اس کو دل لگا کر کرنا چاہئے، واقفِ زندگی چوبیس گھنٹے کا واقفِ زندگی ہے اور چوبیس گھنٹے اس کو کام کیلئے تیار رہنا چاہئے اور دوسروں سے بڑھ کر کام کرنا چاہئے اور اپنا نمونہ قائم کرنا چاہئے، یہ نصیحت ہے، اس پر آپ سب عمل کریں

نیشنل مجلس عاملہ جماعت احمدیہ بلجیم کی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ورچوئل ملاقات اور حضور انور کی زرّیں نصائح

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ نیشنل مجلس عاملہ جماعت احمدیہ بلجیم کی ورچوئل ملاقات مورخہ 26 ستمبر 2021 بروز ہفتہ ہوئی۔ یہ ملاقات اوکل (Uccle) کی مسجد بیت المجیب کے مردانہ ہال میں ہوئی۔

۞ جنرل سیکرٹری کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے درج ذیل ہدایات دیں۔ سو فیصد رپورٹیں آنی چاہئیں۔ جماعتوں کو سنبھالیں۔ رپوٹوں پر تبصرہ ہونا چاہئے تا کہ انہیں پتہ چلے کہ ان کے کام کا جائزہ لیا گیا ہے اور آگے کہاں بہتری کرنی ہے۔ جب ان کو تبصرہ ہی نہیں جاتا تو وہ تو یہی سمجھیں گے کہ بس اتنا ہی کام کافی ہے کہ رپورٹ بنا کر بھیج دی، چاہے کچھ کام ہوا یا نہیں ہوا۔

۞ سیکرٹری تعلیم القرآن و وقف عارضی سے حضور انور نے دریافت فرمایا کہ آپ کی عاملہ کے کتنے افراد نے وقف عارضی کی ہے۔ اس پر سیکرٹری تعلیم القرآن و وقفِ عارضی نے عرض کیا کہ کسی نے نہیں کی۔ اس پر حضور انور ایدہ اللہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ''چراغ تلے اندھیرا۔'' اگر آپ لوگوں نے وقفِ عارضی نہیں کی تو پھر اور کون کرے گا؟ پھر حضور انور نے دریافت فرمایا کہ آپ کی عاملہ کے ممبران میں سے کتنے افراد بچوں کو یا کسی فرد کو قرآنِ کریم پڑھا رہے ہیں۔ اس پر سیکرٹری تعلیم القرآن و وقفِ عارضی نے عرض کیا کہ کوئی بھی نہیں پڑھا رہا۔ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر عاملہ ممبران کام نہیں کر رہے تو باقیوں پر کیا اثر ہوگا۔ پہلے تو آپ اپنے گھر سے شروع کریں۔ اگر آپ کام نہیں کریں گے تو لوگوں کو کام کرنے کی عادت ہی نہیں پڑے گی۔ آپ کا نمونہ دیکھیں گے نہیں تو وہ سامنے کیسے آئیں گے؟ اس لیے پہلے تو تمام عاملہ ممبران سے وقت لیں، وقفِ عارضی کا فارم پُر کروائیں کہ یہ سال میں دو ہفتہ کی وقفِ عارضی کریں گے۔ پھر جہاں جہاں یہ رہتے ہیں وہاں کے صدران سے یہ جائزہ لیں کہ کتنے افراد ہیں جو قرآنِ کریم پڑھنا نہیں جانتے۔ ان کو قرآنِ کریم پڑھانے کا کوئی انتظام ہے یا نہیں؟ انتظام نہیں ہے تو دیکھیں کہ یہ عاملہ ممبران پڑھا رہے ہیں یا نہیں پڑھا رہے۔ پھر آپ کی جو 14 جماعتیں ہیں، ان کے صدران اور لوکل عاملہ کو کہیں کہ وہ اپنا نمونہ دکھائیں۔ پھر انصار اللہ کی عاملہ کو کہیں کہ وہ اپنی عاملہ کو کہے، وہ وقفِ عارضی کیلئے نمونہ دکھائیں اور قرآنِ کریم پڑھانے کا نمونہ دکھائیں، پھر خدام الاحمدیہ کو کہیں، پھر لجنہ کو کہیں۔ اگر آپ اس طرح صرف عاملہ کو ہی قابو کر لیں، ہر سطح پر، جماعتی بھی اور ذیلی تنظیموں کی بھی تو 80 فیصد تو آپ کا کام ہو گیا۔ صرف کاغذ فِل کرنا اور لوگوں کے پیچھے پڑنا تو مقصد نہیں ہے۔ عہدیدار اگر خود اپنا نمونہ دکھائے گا تو لوگ خود بخود کام کرنا شروع کر دیں گے۔

۞ سیکرٹری اشاعت کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا کہ آپ کے علم میں ہونا چاہئے کہ ملک میں اردو بولنے والے، فلیمش بولنے والے اور فرنچ بولنے والے کتنے افراد ہیں۔ پھر بنگالی بھی ہیں، افریقن بھی ہیں۔ عربی بولنے والے کتنے ہیں، ان کیلئے کیا کر رہے ہیں۔ پھر رسالہ 'التقویٰ' ہے، عرب لوگ یہ رسالہ دیکھتے ہیں؟ ان تک یہ رسالہ پہنچنا چاہئے۔

۞ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے صدر مجلس خدام الاحمدیہ کو فرمایا کہ آپ کو پندرہ سے پچیس سال کے خدام کی تعداد بھی معلوم ہونی چاہئے تا کہ ان کے مطابق ان کے پروگرام رکھے جاسکیں اور پچیس سے چالیس سال کے خدام کی تعداد بھی معلوم ہونی چاہئے اور ان کے مطابق ان کے پروگرام رکھنے چاہئیں۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ کون اردو بولنے والے ہیں، کون فلیمش بولنے والے ہیں، کون فرنچ بولنے والے ہیں۔ یہ سب اعداد و شمار ہونے چاہئیں۔

۞ حضور انور کے دریافت فرمانے پر سیکرٹری وقف نو نے لاعلمی کا اظہار کیا کہ انہیں 15 سال سے اوپر کے واقفین نو کی تعداد کا معین علم نہیں ہے۔ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے سیکرٹری وقفِ نو سے فرمایا بار بار میں سرکلر بھیج رہا ہوں کہ 15 سال کی عمر کے بعد وقف کے bond رینیو (renew) کرنے چاہئیں اور جب 18 سال کے یونیورسٹی جائیں تب بھی تجدید ہونی چاہئے۔ یہ bond فِل کروا رہے ہیں کہ وقف جاری رکھنا چاہتے ہیں کہ نہیں؟ اس پر سیکرٹری وقفِ نو نے عرض کیا کہ کچھ نے بھیجا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا کہ 'کچھ نے بھیجا ہے' تو پھر فائدہ کیا؟ فرمایا: اگر یہ پتہ ہو تب ہی تو آپ انہیں سلیبس بھیج سکتے ہیں، پھر ہی ان کے امتحان لے سکتے ہیں۔ آپ سلیبس نہیں پڑھاتے؟ اب تو وقفِ نو کا اکیس سال تک کی عمر کا سلیبس بن چکا ہوا ہے۔ کیا آپ نے تمام واقفینِ نو کو سلیبس پہنچا دیا ہے؟ اس پر سیکرٹری وقفِ نو نے عرض کیا جی حضور پہنچائیں گے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا کہ 'پہنچائیں گے' پہنچایا نہیں ہے۔ یہ تو کام کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔ مجھے رپورٹیں تو نہیں چاہئیں، مجھے تو یہ چاہئے کہ حقیقت میں کام کیا ہوا ہے۔ 15 سال کے بچوں کا پتہ ہونا چاہئے کہ کتنے سکول جا رہے ہیں، پڑھائی چھوڑ تو نہیں دی، پھر پتہ ہونا چاہئے کہ کونسی یونیورسٹی میں جا رہے ہیں، کیا کیا پڑھائی کر رہے ہیں۔ ان کو گائیڈنس دے رہے ہیں کہ نہیں۔ صرف چار آدمی جامعہ میں بھیجنے سے مقصد تو پورا نہیں ہو جاتا کہ ہمارے اتنے بچے جامعہ میں چلے گئے۔ یہ بتائیں کہ کتنے بچے ڈاکٹر بنے، کتنے ٹیچر بنے اور کب وہ وقف کے لیے پیش کرنے والے ہیں۔ دیگر مضامین سے تعلق رکھنے والے کتنے ہیں۔ کتنے لڑکے ہیں، کتنی لڑکیاں ہیں۔ یہ ساری معلومات ہونی چاہئیں۔ فرمایا: جو اعداد و شمار ہیں، ان پر کام کریں۔ دیکھیں کہ وہ وقف میں آنے کیلئے تیار ہیں کہ نہیں، وقف کریں گے یا صرف ٹائٹل لگایا ہوا ہے۔ باقاعدہ ایک سکیم بنا کے ڈیٹا اکٹھا کرنا چاہئے کہ اِن اِن عمروں کی کیٹیگری کے لوگ ہیں۔ یہ یہ پڑھائی کر رہے ہیں، یہ فارغ ہو چکے ہیں۔ اب آئندہ یہ وقف کرنا چاہتے ہیں کہ نہیں؟ اگر کرنا چاہتے ہیں تو کیا تعلیم مکمل کرنے کے بعد کچھ experience لینا چاہتے ہیں، کیا تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں نے آگے پڑھائی کرنے یا ٹریننگ لینے کیلئے مجھ سے پوچھا ہے؟ یا مجھے لکھا ہے کہ ہم نے تعلیم مکمل کر لی ہے، اب ہمارے لیے کیا حکم ہے، ہم کیا کریں، اپنا کوئی کام کریں یا جماعت احمدیہ کو، نظام کو ہماری کوئی ضرورت ہے۔ یہ تمام انفارمیشن آپ کی طرف سے آئے تو ہم ان کو مزید آگے گائیڈ کر سکتے ہیں۔ اگر آپ سیکرٹریان نیشنل اور لوکل سطح پر کام نہیں کر رہے تو خلیفہ وقت کو کہاں سے انفارمیشن ملنی ہے؟ بہت کام ہونے والا ہے۔

۞ سیکرٹری تعلیم کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کے پاس لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کا ڈیٹا ہونا چاہئے۔ پھر اس کے مطابق ان کو گائیڈ کریں کہ کس طرح انہوں نے آگے پڑھنا ہے، کن فیلڈز میں جماعت کو ضرورت ہے، ان کے فائدے کیلئے کیا مضامین ہو سکتے ہیں۔ وقفِ نو والے وقفِ نو کو کریں اور سیکرٹری تعلیم باقی جماعت کے سٹوڈنٹس کو گائیڈنس فراہم کرے۔

۞ سیکرٹری تربیت کو حضور انور نے فرمایا کہ جائزہ لیں کہ گھروں میں نماز باجماعت کا انتظام ہو رہا ہے کہ نہیں، حالات ٹھیک ہیں تو دیکھیں کہ مسجد یا نماز سینٹر میں نماز باجماعت کا انتظام ہو رہا ہے کہ نہیں۔ گھروں میں قرآنِ کریم پڑھنے کا رواج ہے کہ نہیں۔ احمدی بچوں لڑکوں اور لڑکیوں کی تربیت کرنی ہے کہ آپس میں رشتے کریں۔ پھر جھگڑے ہیں، ان سے کیسے بچنا ہے۔ اس معاشرے کی جو برائیاں ہیں، ان سے کیسے بچنا ہے۔

۞ سیکرٹری امورِ خارجہ کو حضور انور نے فرمایا آپ کی عاملہ کے جو ممبران بیٹھے ہوئے ہیں ان کو کہیں کہ اپنے لوکل کونسلر اور ممبر آف پارلیمنٹ سے رابطہ رکھیں۔ آپ کو نیشنل لیول پر ممبرانِ پارلیمنٹ سے رابطے رکھنے چاہئیں۔ ڈپلومیٹ سے رابطے رکھنے چاہئیں، اسی طرح دوسری تنظیموں، مذہبی تنظیموں، چرچوں سے اور چیریٹی آرگنائزیشن سے رابطے رکھنے چاہئیں تا کہ جب آپ کوئی پروگرام کریں تو انہیں بلا سکیں۔ جو بھی بیرونی اہم افراد ہیں، ان سے ایسے اچھے رابطے ہوں کہ انہیں معلوم ہو کہ جماعت احمدیہ کیا ہے۔ اس وقت جب کہ اسلاموفوبیا بہت زیادہ پھیل گیا ہے، ان حالات میں انہیں علم ہونا چاہئے کہ اگر انہوں نے اسلام کی حقیقی تصویر دیکھنی ہے تو وہ اسلام احمدیت سے آکر پوچھیں۔ ان کو آپ پر یقین ہونا چاہئے کہ جو آپ کہتے ہیں، صحیح کہتے ہیں۔

۞ سیکرٹری مال سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وصیت والوں نے چندہ نہیں دیا، ان کی وصیت کینسل ہونی چاہئے۔ جو چھ ماہ کے بقایادار موصیان ہیں، ان کی تو وصیت قائم نہیں رہ سکتی۔ ان پر کارروائی ہونی چاہئے تھی۔ سیکرٹری وصایا کو بتانا چاہئے تھا۔

۞ سیکرٹری نومبائعین سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ آپ نے ایسا کوئی پروگرام شروع کیا ہوا ہے کہ عربوں کے عربوں کے ساتھ پروگرام ہوں، لوکل لوگوں کیلئے لوکل لوگوں کے ساتھ، ایشین کیلئے ایشین کے ساتھ، بنگالیوں کے بنگالیوں کے ساتھ؟ پھر فرمایا: ہر ایک کو سنبھالیں۔ ایک مؤاخات قائم کریں۔ ہر ایک کا بھائی بنائیں یا بہنیں بنائیں تا کہ وہ اُن کو سنبھالیں۔ ہر ایک سے پرسنل contact ہونا چاہئے۔

۞ سیکرٹری امور عامہ سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا کہ شعبہ امورِ عامہ کا کام یہ ہے کہ خود جائزہ لے کہ آپ کی جماعت میں کتنے لوگ ایسے ہیں جو بے روزگار ہیں، ان کے لیے روزگار مہیا کرنے کا انتظام کرنا ہے۔ سیکرٹری تربیت کی طرف سے اگر رپورٹ آتی ہے کہ کسی کی اخلاقی حالت کمزور ہے تو خود ان کا جائزہ لینا ہے۔ ذیلی تنظیموں سے رابطہ رکھنا ہے کہ ان کو کہیں ضرورت تو نہیں۔ اسی طرح جو تعلیم چھوڑ رہے ہیں، کیوں چھوڑ رہے ہیں، ان کا جائزہ لینا ہے اور پھر تعلیم کے ساتھ جوڑنا ہے، صرف جھگڑوں کو نمٹانا امورِ عامہ کا کام نہیں ہے، یہ تو ایک کام ہے۔

۞ سیکرٹری رشتہ ناطہ نے عرض کیا کہ رشتوں کی تلاش کے سلسلہ میں جرمنی، یو کے اور فرانس بھی رابطہ کرتا ہوں۔ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ تبشیر سے رابطہ کریں، ان کے پاس مرکزی رشتہ ناطہ ڈیسک ہے، آپ ان سے کہیں کہ رشتے بتائیں۔ جماعت میں تحریک بھی کیا کریں کہ احمدی لڑکے احمدی لڑکیوں سے رشتے کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے۔

۞ آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا: اگر آپ لوگ ساتھ ساتھ تبشیر کی رپورٹس پڑھتے رہا کریں تو اس میں شعبوں کیلئے بہت ساری ہدایات مل جاتی ہیں۔ مختلف دورہ جات کی رپورٹس ہیں، آپ نکال کر دیکھیں، ان میں مربیان کیلئے بھی اور عاملہ کے ممبران کے لیے بھی ہدایات ہیں۔ جنہوں نے عمل کرنا ہوتا ہے، وہیں سے دیکھ لیتے ہیں۔ جنہوں نے عمل کرنا ہوتا ہے، وہ خطبہ سنتے ہیں اور خطبہ میں سے کوئی پوائنٹ نکال لیتے ہیں۔ چاہے خطبہ صحابہؓ کی سیرت پر بیان ہو رہا ہو، وہیں سے پوائنٹ نکال لیتے ہیں کہ یہ ہمارا کام ہے، یہ ہم نے کرنا ہے۔ تو جس نے نکات نکالنے ہوتے ہیں، وہ نکال کر کام شروع کر دیتے ہیں۔ یہ امیر کا کام ہے، کہ جو دیکھو، اس کے بعد متعلقہ سیکرٹری سے کہے کہ اس پر عمل کرو۔ تو یہ اب آپ کی ذمہ داری ہے کہ کام کروائیں۔ سیکرٹریان کو تو میں نے کہہ دیا ہے کہ یہ کرو، وہ کرو، لیکن نگرانی کرنا تو آپ کا کام ہے۔ ان سے کام لینا اور کام کروانا آپ کا کام ہے۔ ان کے کام نہ کرنے سے آپ بری الذمہ نہیں ہو جاتے۔

۞ حضور انور ایدہ اللہ بنصرہِ العزیز نے فرمایا کہ جو جو کام کسی کے سپرد کیا ہے، اس کو دل لگا کر کرنا چاہئے۔ واقفِ زندگی، چوبیس گھنٹے کا واقفِ زندگی ہے اور چوبیس گھنٹے اس کو کام کیلئے تیار رہنا چاہئے اور دوسروں سے بڑھ کر کام کرنا چاہئے اور اپنا نمونہ قائم کرنا چاہئے۔ یہ نصیحت ہے، اس پر آپ سب عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق دے۔ اللہ حافظ ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ سب پر فضل کرے۔ السلام علیکم۔

(عبدالماجد طاہر، ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 1 جنوری 2021)

......☆......☆......☆......

خطاب حضرت امیر المومنین

اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ایسی تعلیم دیتا ہے جو ہر ایک کے حقوق بتاتی ہے آزادی اظہار و عمل کا بھی پتہ دیتی ہے اور ہر ایک کی حدود اور قیود کا بھی ذکر کرتی ہے اور اس کو اعتدال پر رکھنے کیلئے ہدایت بھی دیتی ہے

آج کل روشن خیالی کے نام پر آزادیٔ اظہار و عمل کا ایسا تصور پیدا ہو گیا ہے جو روشن خیالی کم اور اندھیروں کی طرف لے جانے والی زیادہ ہے

اسلام میں عورت کے بہت سے حقوق قائم کیے گئے ہیں اور ان کے اجر بھی مردوں کے برابر ہیں بشرطیکہ وہ اپنی ذمہ داریاں بھی ادا کریں اور اسلام کی تعلیم پر عمل کریں

دنیا کو عورت کا مقام اور اس کی عزت اور شرف کے بارے میں بتانا آج احمدی عورت اور احمدی بچی کا کام ہے

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ برطانیہ 2021ء کے موقع پر مستورات کے اجلاس سے سیّدنا حضرت امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب

(فرمودہ 7/اگست 2021ء بروز ہفتہ بمقام حدیقۃ المہدی (جلسہ گاہ) آلٹن ہمپشئر، یو.کے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

آج کل روشن خیالی کے نام پر آزادیٔ اظہار و عمل کا ایسا تصور پیدا ہو گیا ہے جو روشن خیالی کم اور اندھیروں کی طرف لے جانے والی زیادہ ہے۔ ایسا تصور ہے جو مصنوعی اور سطحی ہے۔ جس کے فوائد اور نقصان کا موازنہ کرنے کی تکلیف ہی گوارا نہیں کی گئی۔ اس نام نہاد آزادی اور روشن خیالی کے بعض پہلوؤں کے فوائد کی بجائے نقصان زیادہ ہیں۔ یہ دیکھا ہی نہیں جا رہا کہ روشن خیالی اور آزادیٔ اظہار و عمل کے نام پر ہم اپنی نسل کے مستقبل داؤ پر لگا کر خود بھی اندھیروں کی گھاٹیوں کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اپنی نسل کو بھی اس میں دھکیلنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اس نام نہاد آزادی کو سوشل میڈیا کے ذریعہ سے آج کل اس قدر exploit کیا جا رہا ہے، اس کی تشہیر کی جا رہی ہے، غلط رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے کہ یہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ہی ختم ہو گئی ہیں کہ ہم کس تباہی کو آواز دے رہے ہیں۔ بہرحال دنیا دار جب دنیاوی نظر سے دیکھتے ہوئے چاہے نیک نیتی سے ہی سہی، اول تو نیک نیتی بہت کم ہوتی ہے، ایک برائی کو ختم کرنا چاہتے ہیں یا اس سے بچنا چاہتے ہیں تو دوسری برائی میں گرفتار ہو جاتے ہیں کیونکہ روحانی آنکھ ان کی بند ہوتی ہے اور پھر آج کل دنیا داری نے اور دین سے دوری نے اس حد تک دین سے متنفر کر دیا ہے کہ یہ لوگ دین کی نظر سے دیکھنا بھی نہیں چاہتے اور اسلام کے خلاف تو عام طور پر سخت تنقید کی جاتی ہے اور اسلام کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور اسکی تعلیم کو پرانی، دقیانوسی تعلیم کا نام دیا جاتا ہے جس کا آج کل کی ترقی یافتہ دنیا میں کوئی مقام نہیں ہے، یہ کہا جاتا ہے اسلام کے بارے میں۔ حالانکہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ایسی تعلیم دیتا ہے جو ہر ایک کے حقوق بتاتی ہے، آزادیٔ اظہار و عمل کا بھی پتہ دیتی ہے اور ہر ایک کی حدود اور قیود کا بھی ذکر کرتی ہے اور اسکو اعتدال پر رکھنے کیلئے ہدایت بھی دیتی ہے۔

2019ء کے جلسہ کی آخری تقریر میں مَیں نے اسلام میں مختلف طبقوں کے حقوق کا ذکر کیا تھا اور یہ ذکر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ کس طرح اسلام حقوق دیتا ہے۔ کچھ کی ان شاء اللہ آئندہ بھی نشاندہی کروں گا لیکن اس وقت میں یہاں عورتوں کے حوالے سے کچھ باتیں کہنی چاہتا ہوں۔

عموماً اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام عورت کو آزادی نہیں دیتا۔ لیکن یہ اسلام کی تعلیم سے لاعلمی یا اعتراض برائے اعتراض ہے۔

اسلام کی خوبصورت تعلیم کا بنیادی اصول یہ ہے کہ صرف حقوق لینے پر زور نہ دو بلکہ اگر معاشرے میں امن اور سکون کی فضا پیدا کرنی ہے تو حقوق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ کرو اور ہر ایک کے ذمہ جو فرائض ہیں ان کو ادا کرنے کو بھی اہمیت دو۔ تبھی حقیقی امن اور سلامتی کی فضا قائم ہو سکتی ہے جو اگر ہر طبقہ کے حقوق، اختیارات کو واضح کرتی ہے تو ان کی ذمہ داریوں کی بھی بات کرتی ہے۔ عورت کو صرف یہ نہیں کہتی کہ تم اپنے حقوق حاصل کرو بلکہ اپنے مقام کو سمجھنے اور غلط چیزوں سے بچنے کیلئے بھی ہوشیار کرتی ہے۔ پس یہ وہ سموئی ہوئی تعلیم ہے جو حقیقت میں ہر طبقے کے حقوق قائم کرنے اور آزادیٔ عمل و اظہار کی ضامن ہے۔ پس اس تعلیم کا نہ کوئی اَور دینی تعلیم مقابلہ کر سکتی ہے نہ ہی کوئی دنیاوی تعلیم اور قانون مقابلہ کر سکتا ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ اس وقت میں ان باتوں کے بارے میں عورتوں کے حوالے سے بات کروں گا جو اسلام میں عورت کے مقام کو ظاہر کرتی ہیں اور ان کے حقوق کا پتہ دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار جگہ عورتوں کے بارے میں احکامات دیے ہیں اور پھر ان کا عملی اظہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ہمیں ملتا ہے کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی عزت قائم فرمائی اور پھر اس زمانے میں کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں عورت کی عزت اور اسکا احترام پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور جب ہم ان باتوں کو دیکھتے ہیں جو عورت کے متعلقہ حقوق کے بارے میں قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور ارشادات سے ان کی وضاحت ہوئی اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے اور اس کی روشنی میں خلفاء نے بھی مختلف اوقات میں بیان کیے تو پھر اسکی کوئی وجہ نہیں رہتی کہ کسی احمدی عورت کے دل میں مذہب کے مخالف لوگوں کی باتیں سن کر یہ خیال گزرے کہ اسلام میں نعوذ باللہ عورت کے حقوق کا خیال نہیں رکھا گیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ کوثر کی تفسیر میں عورتوں کے جو حقوق اسلام نے دیے ہیں وہ بیان کیے ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں یہ واضح کیا کہ جو حقوق عورت کے قرآن کریم نے قائم فرمائے ہیں اس سے پہلے کسی شریعت میں نہیں تھے بلکہ کہنا چاہیے کہ کسی دنیاوی قانون میں بھی نہیں تھے اور قرآن کریم عورت کا حق صرف تسلیم ہی نہیں کرتا بلکہ ان پر اس قدر زور ہے کہ اس حوالے سے علوم کا ایک دروازہ کھل گیا ہے۔ نئی نئی باتیں پتہ لگتی ہیں۔ عورت مرد کے نکاح کے موقع پر، جب ایک لڑکی اور لڑکے کا نکاح ہوتا ہے جو آیات پڑھی جاتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایسی آیات منتخب فرمائی ہیں جن میں عورت کے حقوق کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا وَبَثَّ مِنۡہُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا (النساء:2) اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے اور اس سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رحموں کے تقاضے کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

پس یہ واضح فرما دیا کہ مرد اور عورت نفسِ واحدہ سے پیدا ہوئے ہیں یعنی ایک ہی جنس سے ہیں گو مختلف صنف ہیں۔ ایک مرد ہے ایک عورت ہے لیکن جنس ایک ہے۔ وہ ایک ہی قسم کا دماغ لے کر آئے ہیں۔ دونوں کے ایک ہی قسم کے احساسات ہیں۔ مرد میں دماغ ہے، اگر کسی کام کرنے کی صلاحیت ہے تو عورت میں بھی ہے۔ مرد کے احساسات ہیں تو عورت میں بھی ہیں۔ دونوں ایک ہی طرح کے جذبات رکھتے ہیں۔ جذبات مرد کے اگر ہیں تو عورت کے بھی جذبات ہیں۔ نکاح کے شروع میں ہی بتا دیا کہ عورت کے حقوق کی کیا اہمیت ہے، مردوں کو اس بات کی طرف توجہ دلا دی کہ تم یہ نہ سمجھو کہ عورت کا دماغ نہیں ہے اور تم جس طرح چاہو اس پر حکومت کر سکتے ہو۔ عورت جذبات بھی رکھتی ہے، اسکا دماغ بھی ہے، احساسات بھی رکھتی ہے اس لیے اسے اپنے جیسا سمجھو اور اسے کم اور ذلیل نہ سمجھو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ بعض اہم امور میں عورتوں سے بھی مشورہ لے لینا چاہئے۔ آپؐ خود بھی عورتوں سے مشورہ لیا کرتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت عمرؓ کی اہلیہ نے آپؓ کو کسی بات پر کوئی مشورہ دیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم کون ہوتی ہو بیچ میں بولنے والی؟ وہ سن رہی تھیں، وہاں بیٹھی ہوئی تھیں، مشورہ دے دیا۔ تو ان کی اہلیہ نے جواب دیا کہ جاؤ جاؤ وہ دن گئے جب ہمارا کوئی حق نہیں تھا۔ مجھ پہ رعب نہ ڈالو۔ اب وہ دن چلے گئے۔ اب تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی بیویوں سے مشورہ لیتے ہیں۔ تم کون ہو جو مجھے روکو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے حقوق پر اتنا زور دیا کہ عورتوں کو بھی احساس پیدا ہو گیا کہ وہ مردوں سے کم نہیں ہیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانے کے بعض واقعات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپؓ اگر کوئی حکم دیتے تو بعض دفعہ عورتیں صاف صاف کہہ دیتیں کہ یہ حکم آپؓ کس طرح دے سکتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس طرح فرمایا ہے۔ جو آپؓ بات کر رہے ہیں اسکے الٹ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ بہرحال قطع نظر اس کے کہ عورتوں کے یہ جواب صحیح تھے یا غلط، وہ صحیح سمجھیں یا حضرت عمرؓ صحیح سمجھ کر تشریح فرما رہے تھے لیکن یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کو اجتماعی معاملات میں رائے دینے کا حق اسلام نے دیا ہوا ہے اور اس پر اتنا زور ہے کہ اس کی مثال کسی اور دین میں نہیں ملتی۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر، جلد 10، صفحہ 301-302)

یہاں یہ بھی واضح ہو کہ وہ عورتیں دین کا علم حاصل کرنے میں بھی شوق رکھتی تھیں اور علم حاصل کرتی بھی تھیں۔ تبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات کرتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔ پس احمدی عورتوں کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہئے کہ نہ صرف حقوق لینے کی باتیں کریں بلکہ دینی علم سیکھنے اور اس میں بڑھنے کی بھی کوشش کریں اور اپنے بچوں کی بھی اس نہج پر تربیت کریں۔ صرف دنیاوی علم کے حصول کیلئے ہی زیادہ زور نہ دیتی رہیں۔ قرآن کریم اور دین کا علم ہی ہے جو آج کل کے اعتراض کرنے والوں اور دین کا استہزا کرنے والوں کے جواب دینے کے قابل آپ کو بنائے گا۔ یاد رکھیں یہ دجال کی چال ہے کہ نوجوان نسل کو آزادی کے نام پر اور عورتوں کو ان کے حقوق کے نام پر دین سے دور لے جاؤ اور آئندہ نسلیں اسلام کی تعلیم سے متنفر ہو جائیں یا یہ آواز اٹھانے لگ جائیں کہ اسلام کی تعلیم کو بھی نئے زمانے کے مطابق ہونا چاہئے اور ان کے حقوق کا پاس ہونا چاہیے۔ دین سے دور لے جانے والے لوگ ہمدرد بن کر ہی دین سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں یہ ہمیشہ یاد رکھیں۔ پس ہوشیار رہنا چاہیے اور ان شیطانی حملوں سے بچنے کیلئے بلکہ ان کے اعتراض ان پر الٹانے کیلئے اپنے آپ کو تیار کریں نہ یہ کہ متاثر ہو جائیں۔ ان لوگوں کو بتائیں کہ تم کیا اعتراض کرتے ہو اسلام پر۔ اسلام تو عورت کو جو تحفظ اور آزادی دیتا ہے وہ نہ کسی مذہب میں ہے نہ ہی دنیاوی قاعدے اور قانون میں ہے۔ اور جس کو تم آزادی کا نام دیتے ہو وہ عورت کے تقدس اور حیا کو ختم کرنے والی ہے بلکہ ان دنیاداروں میں سے بھی بعض لکھنے والوں نے یہ لکھا ہے کہ مرد جو عورت کی آزادی اور حقوق کا شور مچاتے ہیں یہ ان کے اپنے مفاد اور اپنے غلط جذبات کی تسکین کیلئے ہے۔ ان کو عورت سے کوئی ہمدردی نہیں۔ کئی

کالمسٹ نے اخباروں میں یہ لکھا ہے بلکہ ایک نے تو کھل کے لکھا ہے۔ پس یہ ان کے جذبات کی تسکین کیلئے ہے نہ کہ عورت کو کچھ دینے کیلئے۔ عورت کے مفاد کیلئے باتیں نہیں کرتے بلکہ اپنے مفاد کی باتیں کررہے ہوتے ہیں۔ پس بہت ہوشیار ہونے کی ضرورت ہے۔

احمدی عورت خوش قسمت ہے کہ اس نے اس زمانے کے امام کو مانا ہے جنہوں نے ہمیں ہر معاملے میں اسلام کی خوبصورت تعلیم کو نکھار کر دکھا دیا۔ عورتوں کے حقوق کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی۔ مختصر الفاظ میں فرما دیا کہ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ (البقرۃ:229) کہ جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر ہیں۔‘‘ فرمایا کہ ’’بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بے چاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں۔ گالیاں دیتے ہیں۔ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پردہ کے حکم ایسے ناجائز طریق سے برتتے ہیں کہ ان کو زندہ درگور کر دیتے ہیں۔‘‘ اس طرح جس طرح کہ گویا کسی کو زندہ دفنا دیا۔ ’’چاہئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاقِ فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔‘‘ فرمایا ’’انسان کے اخلاقِ فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر ان ہی سے اسکے تعلقات اچھے نہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔‘‘ فرمایا کہ ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ کہ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کیلئے اچھا ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد5، صفحہ 417-418)

پس بڑی وضاحت سے اس ارشاد میں فرما دیا کہ حقوق کے لحاظ سے، دونوں کے حقوق ایک جیسے ہیں۔ یہ کتنی بڑی بات آپؑ نے عورت کے حق میں فرمائی ہے کہ اگر مرد کے تعلقات عورت کے ساتھ صحیح نہیں ہیں تو پھر خدا تعالیٰ سے صلح بھی ممکن نہیں ہے۔ پس مرد تو مجبور ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے بھی عورت کے حق ادا کرے۔ جو پہلے میں نے آیت پیش کی تھی اس میں بھی یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عورت اور مرد دماغ، جذبات، احساسات اور حقوق کے لحاظ سے برابر ہیں اور نکاح کے موقع پر خطبہ نکاح کے شروع میں یہ آیت پڑھی جاتی ہے اور یہ پڑھ کر مرد کے ذہن کو بھی صاف کر دیا کہ اگر تمہارے دل میں کوئی بڑائی ہے تو اسے نکال دو اور عورت کو بھی تسلی دلا دی کہ تمہارے حقوق کی حفاظت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر کوئی اس طرح حقوق ادا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آتا ہے جس سے مومن کو ہمیشہ خوفزدہ رہنا چاہئے۔ جس کا ایمان ہی کمزور ہے یا مومن نہیں اس کی تو بات اور ہے۔ اگر کوئی حقیقی مومن ہے تو پھر اس کو بہر حال خوفزدہ رہنا چاہیے۔ ایک حقیقی دوست کا رشتہ بڑا مضبوط رشتہ ہوتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اس طرح کا رشتہ پیدا کرو۔ اس آزاد معاشرے میں کہنے کو تو دوستی کر کے ایک دوسرے کو سمجھ کر رشتے ہوتے ہیں۔ شادی کے شروع میں لڑکا لڑکی مرد عورت دوستی کرتے ہیں، کہتے ہیں ہم بڑے اچھے دوست ہیں اور آخر اس دوستی کا نتیجہ یہاں نکلتا ہے کہ رشتے بھی ہو جاتے ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد اکثریت کی یہ دوستی ختم ہو جاتی ہے اور پھر علیحدگی تک نوبت آ جاتی ہے۔ پس یہ کہنا بھی غلط ہے کہ پسند کی شادی اور پہلے سے تعلق بنا کر کی جانے والی شادی دیرپا ہے۔ ان کا اپنا اعداد و شمار جو ہے یہاں کا ڈیٹا جو ہے وہ اس کی نفی کرتا ہے کہ جو آپس کی understanding سے رشتے ہوئے ہیں وہ زیادہ ٹوٹتے ہیں۔ اگر انسان حقیقی مومن اور مومنہ ہے جو ایک دوسرے کو شروع میں نہ جانتے ہوں تب بھی خدا تعالیٰ کی خاطر اس رشتہ کو دونوں ایسا نبھاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا ہو۔ تاہم یہ بات بھی واضح ہو کہ یہ ضروری نہیں کہ ماں باپ کے کہنے پر لڑکی ضرور رشتہ کر لے۔

اسلام عورت کو یہ حق دیتا ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر شادی نہیں ہو سکتی۔

اگر اسلام سے پہلے کی تاریخ دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ والدین جہاں چاہتے عورت کی شادی کر دیتے۔ بلکہ اب بھی بعض غیر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ ماں باپ اپنی مرضی سے شادی کرنے پر لڑکی پر زور ڈالتے ہیں بلکہ بعض لوگ تو یہاں ترقی یافتہ ممالک میں آ کر بھی اس قسم کی جاہلانہ حرکتیں کرتے ہیں کہ ہماری مرضی سے، ہماری برادری میں اور ہمارے خاندان میں ہی شادی ہوگی، نہیں تو لڑکی کو بڑی سختیاں جھیلنی پڑتی ہیں۔ اصل طریقہ تو یہ ہے کہ ماں باپ صرف دعا کر کے اپنی پسند کا اظہار کریں لیکن زبردستی نہیں کرنی چاہئے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ مسلمان یہ کرتے ہیں تو واضح ہو یہ ان لوگوں کا قصور ہے جو اپنی مرضی ٹھونستے ہیں۔ اسلام کی تعلیم کا تو کوئی قصور نہیں۔ اسلام نے تو یہاں تک کہا ہے کہ عورت کی مرضی کے خلاف اگر کوئی شادی ہو تو وہ باطل ہے، غلط ہے۔ پس یہ ایک بہت بڑا حق ہے جو قرآن کریم نے اور اسلام نے عورت کو دیا ہے جس کا اس سے پہلے تصور بھی نہیں تھا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر، جلد10، صفحہ 302)

پھر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خاوند اور بیوی کا رشتہ ایک ایسا رشتہ ہے جس میں وہ ایک دوسرے کے رازدار بھی ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے مرد کی بہت سی باتوں کی عورت گواہ ہوتی ہے۔

پھر عورت بڑی گہری نظر سے اپنے خاوند کو دیکھتی ہے کہ اس میں کیا خوبیاں ہیں اور کیا خامیاں ہیں۔ اور اگر مرد اپنے فرائض اور حقوق جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیے ہیں وہ ادا نہیں کر رہا جو بیوی کے حقوق ہیں انہیں اسلامی تعلیم کے مطابق ادا نہیں کر رہا تو ایک دن بیوی پھر اسکے سامنے کھڑی ہو سکتی ہے اور ایسے بگڑے ہوئے خاوند کو کہہ سکتی ہے اور کہے گی اور وہ اسکا حق رکھتی ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کرو پھر مجھے سمجھانا۔ پس عموماً گھروں میں جھگڑوں کی بنیاد بھی یہیں سے پڑتی ہے۔ جب مرد جابر حاکم کی طرح اپنے گھر کو چلانا چاہتا ہے اور حقوق ادا نہیں کرتا تو اسے بیوی کے اعتراضوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ پس عورت کے ایک بیوی کے حق کو قائم کرنے کیلئے اور گھر میں امن کی فضا پیدا کرنے اور قائم رکھنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سنہرا ارشاد ہے کہ تم میں سے بہتر وہی ہے جو اپنے اہل کیلئے اچھا ہے۔ کتنے بڑے حق ہیں جو عورت کو دیے۔

پھر اسلام نے عورت کو الگ گھر کا حق دیا ہے۔ اس پہ بھی بعض لوگ سوال کرتے ہیں۔ آج کے معاشرے میں خاص طور پر ایشین یا پاکستانی یا ہندوستانی معاشرے میں اس بات پر جھگڑے ہوتے ہیں کہ ایک گھر میں رہنے کی وجہ سے بیوی کی اپنے سسرال سے چھوٹی چھوٹی باتوں پر اَن بن رہتی ہے جو بڑھتے بڑھتے پھر خاوند بیوی کے جھگڑوں میں تبدیل ہو جاتی ہے اور علیحدگی تک پہنچا دیتی ہے۔ تو بیوی کو یہ حق ہے کہ وہ علیحدہ گھر کی خواہش کرے اور انتہائی مجبوری کے علاوہ مردوں کو یہ کہا گیا ہے کہ اس خواہش کو پورا کرنا چاہئے۔ لڑکی کو مجبور نہیں کرنا چاہیے کہ وہ ضرور سسرال میں رہے۔ اگر وسائل ایسے ہیں تو پھر علیحدہ ہونا چاہئے اور اگر نہیں وسائل تو پھر کوشش کرنی چاہئے کہ جب بھی حالات بہتر ہوں علیحدہ ہو جائے۔

پھر عورت کا حق مہر مقرر کیا گیا ہے تاکہ اس کی کوئی جائیداد ہو اس کے پاس کوئی رقم ہو اس کی وہ آپ وارث ہو اور مکمل مالک ہو۔ جائیداد میں اسے حصہ دیا گیا ہے۔ آج کی نام نہاد دنیا میں جائیداد اور وراثت کا حق دیا گیا ہے لیکن یہ صرف سوڈیڑھ سو سال پہلے آہستہ آہستہ ملا ہے جو کہ اسلام نے پندرہ سو سال پہلے دے دیا تھا بلکہ پہلے تو یہاں یہ رواج تھا کہ شادی کے بعد عورت کی جائیداد اس کی جائیداد نہیں سمجھی جاتی تھی۔ اگر عورت کو کسی ذریعہ سے جائیداد مل جاتی تھی یا اس نے کسی ذریعہ سے پیدا کر لی اور اس کی ابھی شادی نہیں ہوئی یا شادی ہوگئی ہے تو پھر اس کی جائیداد سمجھی نہیں جاتی تھی اور بعض لوگ تو صاحبِ جائیداد عورت سے شادی کر کے اس کی جائیداد پر قابض ہو جاتے تھے۔ شادی کے بعد عورت کی جائیداد خاوند کی طرف چلی جاتی تھی لیکن اسلام نے ابتدا میں ہی عورت کی جائیداد کو اس کی ذاتی ملکیت قرار دے کر اسے اتنی آزادی دے دی کہ صحابہ کو اس زمانے میں شبہ پڑ گیا کہ مرد کیلئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ عورت کی جائیداد میں سے عورت کی مرضی سے بھی کچھ خرچ کر لے یا لے لے۔ اگر عورت دے بھی تو تب بھی نہیں لینا اس حد تک صحابہ محتاط ہو گئے تھے۔ صحابہ اس وقت تک اس سے بچتے رہے جب تک کہ اسلام کی تعلیم میں یہ حکم نہیں آ گیا کہ تم عورت کی طرف سے خوشی سے دیا ہوا تحفہ لے بھی سکتے ہو اور اپنے اوپر خرچ بھی کر سکتے ہو۔ اگر عورت خوشی سے دیتی ہے تو کوئی حرج نہیں لے لو۔ اتنی احتیاط کی ضرورت نہیں۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر، جلد10، صفحہ 302-303)

پھر اسلام نے لڑکیوں کی تعلیم پر زور دیا ہے اور تاکید فرمائی ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ جس کی دو لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی تربیت کرے تو خدا تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی۔ غریب عورت تھی اور کھانے کیلئے کچھ مانگا۔ اسکے ساتھ دو لڑکیاں تھیں۔ ایک اس نے اپنے دائیں طرف بٹھالی ایک بائیں طرف بٹھالی۔ حضرت عائشہؓ کے پاس اس وقت سوائے ایک کھجور کے گھر میں کچھ نہیں تھا۔ انہوں نے وہ کھجور اسے دے دی۔ اس عورت نے منہ میں ڈال کر کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور آدھا ایک کو دے دیا اور آدھا دوسری کو اور خود بھوکی رہی۔ جہاں اس سے ماں کی قربانی کا پتہ لگتا ہے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے اس عمل سے ایک اَور خوبصورت بات بیان فرمائی۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ جس کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی تربیت کرے اور ان کو تعلیم دلوائے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب کر دیتا ہے۔ اس عورت پر جنت واجب کر دیتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تعلیم اس لیے حاصل کی جائے کہ ملازمت کرنی ہے، اگلی نسل کی تربیت اور اس کی تعلیم کے لیے بھی عورت کی تعلیم ضروری ہے۔ کسی خاص پیشہ اور ہنر کو سیکھ کر اس میں کام کرنا اور ملازمت کرنا بھی غلط نہیں ہے لیکن عورت اگر اگلی نسل کو سنبھالنے کیلئے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوتی ہے تو یہ اسے جنت کی خوشخبری دیتی ہے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر، جلد10، صفحہ 304) جس کا ایک دوسری حدیث میں یوں ذکر آیا ہے کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ (کنز العمال، جلد8، جزء16، صفحہ 192، کتاب النکاح باب فی برالوالدین، حدیث 45431، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2004ء) یعنی اولاد کی اعلیٰ تربیت اور تعلیم صرف ماؤں کو جنت میں نہیں لے جاتی بلکہ بچوں کو بھی جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہ کتنا بڑا اعزاز اور مقام ہے جو مرد کو نہیں دیا گیا عورت کو دیا گیا بلکہ عورت کی عزت کو اس سے بھی بڑھ کر بیان کیا گیا ہے۔ پس نیک عورت، مومنہ عورت ایسی ہے جو مردوں سے کئی قدم آگے ہو سکتی ہے اور جس قوم کی عورتیں نیکی میں آگے ہوں، تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ ہوں، اپنے بچوں کی صحیح اسلامی تعلیم کی روشنی میں تربیت کرنے والی ہوں تو پھر اگلی نسلیں جن میں لڑکے بھی شامل ہیں لڑکیاں بھی ایسی نکلیں گی جو نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے والی ہوں گی، بڑھنے والی ہوں گی۔

اسلام نے بعض حالات میں طبیعتیں نہ ملنے کی وجہ سے یا کسی اَور وجہ سے شادی کے رشتہ کو ختم کرنے کی جو اجازت دی ہے اس کی بات اگر ہم دیکھیں تو اس حق کا استعمال بھی دونوں کو برابر دیا ہے۔ مرد کو طلاق کی صورت میں، عورت کو خلع کی صورت میں اور مرد کو یہ حکم ہے کہ اس حق کو استعمال کرنے کی صورت میں یہ بات مدّنظر رہے کہ عورت پر زیادتی نہ ہو۔ اگر زیادتی ہوتی ہے تو یہ بہت بڑا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظلم کی سزا دیتا ہے۔ طلاق کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ مردوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (البقرۃ:228) اور اگر وہ طلاق کا قطعی فیصلہ کر لیں تو یقیناً اللہ بہت سننے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اسکی وضاحت فرمائی ہے وہ مردوں کی طرف نہیں جاتی بلکہ آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’اگر طلاق دینے پر ’مرد‘ پختہ ارادہ کر لیں سو یاد رکھیں کہ خدا سننے والا اور جاننے والا ہے یعنی اگر وہ عورت جس کو طلاق دی گئی خدا کے علم میں مظلوم ہو‘ فرمایا ’’وہ عورت جس کو طلاق دی گئی ہے خدا کے علم میں مظلوم ہو اور پھر وہ بد دعا کرے تو خدا اس کی بد دعا سن لے گا۔‘‘

(آریہ دھرم، روحانی خزائن، جلد10، صفحہ 52)

پس اس آیت میں مرد کو ہوشیار کیا گیا ہے کہ طلاق کا فیصلہ سوچ سمجھ کر کرو۔

بلاوجہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر عورت کو طلاق نہ دے دو۔ اللہ تعالیٰ اگر تمہاری سنتا اور تمہاری باتیں جانتا ہے تو عورت کی باتیں بھی سنتا ہے اور اسکے حالات کا بھی علم ہے اسے اور اگر تم ظلم کر کے اسے اپنے سے علیحدہ کر رہے ہو تو عورت اللہ تعالیٰ سے تمہارے اس ظلم کا بدلہ لینے کی دعا کر سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ مظلوم کی دعا سنتا ہے۔ پس یہاں مردوں کو ڈرایا گیا ہے جو طلاق دینے میں جلد بازی کرتے ہیں اور عورت کا حق قائم کیا گیا ہے۔

پھر ایک اعتراض یہ ہے کہ ایک سے زیادہ شادیوں کی مرد کو اجازت دے کر عورت کا حق مارا گیا ہے۔ بات تو یہ ہے کہ یہ بعض حالات میں اجازت ہے، حکم نہیں ہے اور اس اجازت پر عمل کرنے کیلئے بھی بعض شرائط رکھی گئی ہیں۔ اس ترقی یافتہ معاشرے میں ایک شادی کر کے پھر دوسری عورتوں سے ناجائز تعلقات رکھے جاتے ہیں۔ روز کی خبریں ہم دیکھتے ہیں اور یہ بے حیائی اور فحاشی ہے جس کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا اور اس بے حیائی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب بیوی کو اپنے خاوند کے ایسے تعلقات کا پتہ چلتا ہے تو نوبت علیحدگی تک آتی ہے اور یہ اس معاشرے میں عام چیز ہے۔ اس لیے ان لوگوں کو تو اسلام کی ایک سے زیادہ شادی کی اجازت پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ خود ان کے عمل ایسے ہیں پہلے اپنے آپ کو دیکھیں۔ دوسرے یہ کہ جیسا کہ میں نے کہا بعض شرائط کے ساتھ اجازت ہے اور اگر وہ شرائط پوری نہیں ہو رہیں تو اجازت نہیں ہے۔ اور پھر ایک سے زیادہ شادی کی صورت میں انصاف کو انتہائی اہم

کہا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک سے زیادہ شادی کرنے والے کے فرائض اور ہر بیوی کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ حقوق اس قسم کے ہیں کہ اگر انسان کو پورے طور پر معلوم ہو تو بجائے بیاہ کے وہ ہمیشہ رنڈوا رہنا پسند کرے۔ خدا تعالیٰ کی تہدید کے نیچے رہ کر جو شخص زندگی بسر کرتا ہے وہی ان کی بجا آوری کا دم بھر سکتا ہے۔ ایسے لذات کی نسبت جن سے خدا تعالیٰ کا تازیانہ ہمیشہ سر پر رہے تلخ زندگی بسر کر لینی ہزار ہا درجہ بہتر ہے۔ یعنی شادی کے بعد بیوی کے حقوق ادا نہ کرنا یہ کتنا بڑا گناہ ہے اگر اس کا پتہ ہو انسان کو تو فرمایا کہ ایک شادی بھی شاید نہ کرے اور بغیر شادی کے رہنا پسند کرے انسان اگر وہ صحیح مومن ہے۔ فرمایا کہ ایک سے زائد شادی کو شریعت نے بطور علاج کے رکھا ہے۔ جہاں شادی ہے وہاں جو شرائط پوری ہونی ہیں وہ بطور علاج ہے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں پہلی بیوی کی رعایت اور دلداری یہاں تک کرنی چاہیے (یہ بھی حق قائم کیا ہے) کہ اگر کوئی ضرورت مرد کو ازدواج ثانی کی محسوس ہو لیکن وہ دیکھتا ہے کہ دوسری بیوی کے کرنے سے پہلی بیوی کو سخت صدمہ ہوتا ہے اور حد درجہ اس کی دل شکنی ہوتی ہے تو اگر وہ صبر کر سکے اور کسی معصیت میں مبتلا نہ ہو اور نہ کسی شرعی ضرورت کا اس سے خون ہوتا ہو۔ شرائط ہیں گناہ سے بچنا اور شرعی ضرورت کا خیال۔

تو ایسی صورت میں اگر اپنی ضرورتوں کی قربانی سابقہ بیوی کی قربانی کیلئے کر دے یعنی جو موجود بیوی ہے اس کیلئے اگر قربانی کر دے اور ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اس بات پہ بھی فرمایا کہ اگر بہت اشد مجبوری نہیں ہے جو جائز مجبوری ہے تو پھر بیوی کی دلداری کیلئے ضروری ہے کہ قربانی کرو اور ایک پہ اکتفا کرو اور اسے مناسب ہے کہ دوسری شادی نہ کرے۔

(ماخوذ از ملفوظات، جلد 7، صفحہ 63-64)

پھر فرمایا ''دل دکھانا بڑا گناہ ہے اور لڑکیوں کے تعلقات بڑے نازک ہوتے ہیں۔ جب والدین ان کو اپنے سے جدا اور دوسرے کے حوالہ کرتے ہیں تو خیال کرو کہ کیا امیدیں ان کے دلوں میں ہوتی ہیں اور جن کا اندازہ انسان عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:20) کے حکم سے ہی کر سکتا ہے۔'' (ملفوظات، جلد 7، صفحہ 65)

پس یہاں عورت کے احساسات، جذبات کا بڑا کھول کر ذکر فرماتے ہوئے ان کے حق کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مردوں کو نصیحت کی اور تنبیہ فرمائی ہے۔ آپؑ نے یہاں تک فرمایا کہ ''یہ ان عورتوں کا حق ہے کہ جب کسی مسلمان سے نکاح کرنا چاہیں تو اول شرط کرالیں کہ ان کا خاوند کسی حالت میں دوسری بیوی نہیں کرے گا۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 246)

یہ بھی عورت کا حق ہے کہ جس مرد سے شادی کر رہے ہیں شادی سے پہلے اس سے عہد لے سکتے ہیں، معاہدہ کر سکتے ہیں کہ آئندہ جو بھی حالات ہوں تم دوسری شادی نہیں کرو گے اور پھر چاہے جو بھی حالات ہوں مرد پابند ہے کہ نہیں شادی کرے گا۔ پس اس حد تک مرد کو پابند کرنے کا حق دیا گیا ہے۔

پھر مرد کی یہ ذمہ داری لگائی ہے کہ وہ عورت کی ضروریات کا ذمہ دار ہے۔ اسکی حفاظت کرنے والا ہے۔ عورت کا بحیثیت خاوند نگران بھی ہے اور اس لحاظ سے مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کے تمام معاملات دیکھے۔ گھر کے خرچ پورے کرے۔ بیوی بچوں کی ضروریات کا خیال رکھے۔

عورت کمانے والی بھی ہے تب بھی اسکی کمائی پر نظر نہ رکھے جیسا کہ پہلے میں نے بیان کیا سوائے اسکے کہ اپنی مرضی سے عورت خرچ کرے۔ بلکہ خود اپنی ذمہ داری ادا کرے اور جسمانی لحاظ سے بھی مرد کو فضیلت ہے یہ ہم دنیا میں بھی ہر جگہ دیکھتے ہیں۔ طاقت کے لحاظ سے بھی اور اعصاب کے لحاظ سے بھی۔ اس لیے اس بات کا خیال رکھے کہ اسے جذباتی اور جسمانی تکلیف نہ پہنچائے۔ مرد کو فضیلت اگر دی گئی ہے جسمانی لحاظ سے اور اعصاب کے لحاظ سے مضبوط اعصاب بنایا ہے بعض معاملات میں تو پھر یہ بھی فرض اس پر ڈالا گیا ہے کہ وہ کسی قسم کی تکلیف عورت کو نہ دے۔ اگر گھر میں بعض باتوں پر اختلاف ہو جاتا ہے تو پھر بھی ایسی باتیں نہ کرے یا غصہ میں ہاتھ نہ اٹھائے جو عورت کو جذباتی یا جسمانی تکلیف ناجائز طور پر پہنچا سکے یا پہنچانے والی ہو۔ جو جسمانی فضیلت ہے یا بیوی کی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری ہے مرد اس سے غلط فائدہ نہ اٹھائے۔ تو یہاں اس حوالے میں عورت کا حق قائم کیا گیا ہے۔

اس آیت میں بھی جو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مرد قوام ہے وہاں عورت کا حق قائم کیا گیا ہے اور مرد کو اس فضیلت کی وجہ سے اسکی ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے اور یہ فضیلت بھی پھر ہر معاملے میں نہیں ہے یہاں بعض معاملات میں ہے۔ تبھی تو ایک موقع پر ایک صحابیہ کے یہ کہنے پر کہ مرد سب فرائض عبادتوں وغیرہ کے بھی پورے کرتے ہیں اور لمبی ایک تفصیل بیان کی انہوں نے اور پھر یہ بھی آخر میں بیان کیا کہ سب سے بڑھ کر جہاد بھی کرتے ہیں جس کا بہت بڑا ثواب ہے جبکہ ہم عورتیں اس سے محروم ہیں ہم تو گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں، قید ہیں، صرف اپنی گھریلو ذمہ داریاں ہی ادا کر سکتی ہیں اور اولاد کو پالتی ہیں، گھر کی نگرانی کرتی ہیں تو کیا ہم اپنی ذمہ داریاں ادا کر کے اجر میں مردوں کے برابر شریک نہیں ہیں؟

بعض مجبوریوں کی وجہ سے اگر ہمارے پہ پابندیاں ہیں تو پھر اجر میں تو ہمیں شریک ہونا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا ہم اس طرح اجر میں شریک نہیں ہوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی بڑی تعریف کی اور صحابہ سے فرمایا کہ تم نے دین کے معاملے میں اپنے مسئلہ کو اس عمدگی سے بیان کرنے میں اس عورت سے بہتر کسی کی بات سنی ہے؟ صحابہ کو بھی توجہ دلائی کہ دیکھو کیسی خوبصورت بات کی ہے اس عورت نے۔ صحابہ نے عرض کیا ہم تو کسی عورت سے اتنی گہری سوچ کی امید بھی نہیں رکھتے۔ پرانی تربیت تھی جو پرانے خیالات تھے اس لیے صحابہؓ نے تو صاف کہہ دیا کہ ہم تو نہیں سمجھ سکتے کہ عورت اتنی عقل کی بات کر سکتی ہے۔ پس آپؐ نے صحابہ سے یہ سوال پوچھ کر ان کو یہ بھی بتا دیا کہ تم عورت کو کمتر سمجھتے ہو لیکن عورتیں بھی بڑی عقل اور دینی لحاظ سے حکمت کی باتیں کرتی ہیں۔ پس ہر معاملے میں تم لوگ اپنے آپ کو ہی فضیلت نہ دو۔ عورتیں بھی بعض معاملات میں عقل کی باتیں کرنے میں تمہارے سے زیادہ فضیلت لے جاتی ہیں۔ پھر اس عورت سے فرمایا جو یہ سب معاملہ لے کے آئی تھی، جس نے ایک لمبی تفصیل اپنی باتوں کی گنوائی تھی کہ تم نے جو باتیں گنوائی ہیں کہ یہ یہ ہم عورتیں کرتی ہیں اور اگر ایک نیک عورت، گھر دار عورت اپنے بچوں اور اپنے گھر کو سنبھالنے کیلئے جو تم نے کہا اسی طرح کرتی ہے اپنے خاوند کے ہوتے ہوئے اور اسکے پیچھے بھی اسکی ذمہ داریاں ادا کرتی ہے وہ اپنے اجر میں مردوں کے برابر ہے۔ کوئی اجر میں کمی نہیں۔ جس طرح ایک جہاد میں شریک شخص کو اجر مل رہا ہے اور ثواب مل رہا ہے وہی اجر ایک گھر میں رہنے والی عورت کو بھی مل رہا ہے۔ وہ عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کے خوشی خوشی لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے الفاظ بلند کرتے ہوئے عورتوں کی طرف چلی گئی۔ (اسد الغابۃ، جلد 7، صفحہ 17-18، اسماء بنت یزید، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

پس مردوں کو بعض فرائض کی ذمہ داریوں کی وجہ سے فضیلت ہے نہ کہ عقل، جذبات کے لحاظ سے، اور اگر مرد وہ ذمہ داریاں ادا نہیں کرتے تو وہ گناہگار بھی ہیں۔ بہر حال اسلام میں عورت کے بہت سے حقوق قائم کیے گئے ہیں اور ان کے اجر بھی مردوں کے برابر ہیں بشرطیکہ وہ اپنی ذمہ داریاں بھی ادا کریں اور اسلام کی تعلیم پر عمل کریں۔ اسلام کی تعلیم کو کسی احساس کمتری کی وجہ سے اپنے لیے شرمندگی کا باعث نہ سمجھیں یا دجال کی چال میں پھنس کر اپنے اوپر ناجائز بوجھ نہ سمجھیں۔

اسلام کا ایک حکم پردے کا بھی ہے۔ گذشتہ دنوں کسی نے مجھے لکھا کہ یہاں ان ممالک میں تو ہمارے ملکوں کے مردوں کی طرح جس طرح عام ہمارے ایشین مرد ہیں عورتوں کو گھور گھور کے دیکھتے ہیں یہاں تو گھور کر نہیں دیکھا جاتا اس لیے یہاں اس طرح پردہ کرنے کی کیا ضرورت ہے جس طرح اسلام کا پردہ کرنے کا حکم ہے۔ پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم ایسا نہیں جسے ہم خود اپنے نفس کے دھوکے میں آ کر غلط تشریح کرتے ہوئے وقت کی ضرورت یا عدم ضرورت کا درجہ دے دیں۔ پھر یہ یاد رکھیں کہ اسلام نے جہاں عورت کو پردہ کرنے اور نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے وہاں پہلے مردوں کو حکم دیا ہے۔ اگر ایک حقیقی اسلامی معاشرہ ہو اور وہاں مرد غضِ بصر کرے اور وہ غضِ بصر سے کام لینے والا ہو تب بھی عورت کو حکم ہے کہ تم بھی نظریں نیچی رکھو اور پردہ کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مردوں کو بازاروں میں بیٹھنے کی صورت میں نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب افنیۃ الدور والجلوس فیہا، حدیث 2465)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ ''مومن کو نہیں چاہئے کہ...... بے محابا اپنی آنکھ کو ہر طرف اٹھائے پھرے بلکہ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ پر عمل کر کے نظر کو نیچی رکھنا چاہئے اور بدنظری کے اسباب سے بچنا چاہئے۔'' (ملفوظات، جلد 2، صفحہ 332)

پس یہ کوئی دلیل نہیں ہے کہ کیونکہ مرد دیکھ نہیں رہے اس لیے پردہ اور حیادار لباس کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''آج کل پردہ پر حملے کئے جاتے ہیں لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ اسلامی پردہ سے مراد زندان نہیں۔''

کوئی قید خانہ نہیں ہے کہ عورت کو قید کر کے رکھ دو ''بلکہ ایک قسم کی روک ہے کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔ جب پردہ ہو گا ٹھوکر سے بچیں گے۔'' فرمایا ''...... بدنتائج کو روکنے کیلئے شارع اسلام نے وہ باتیں کرنے کی اجازت ہی نہ دی جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہوں۔'' پہلے ہی احتیاط کر دی تا کہ بدنتائج سے بچا جائے۔ ''ایسے موقعہ پر یہ کہہ دیا کہ جہاں اس طرح غیر محرم مرد و عورت ہر دو جمع ہوں تیسرا ان میں شیطان ہوتا ہے۔'' فرمایا ''...... اگر کسی چیز کو خیانت سے بچانا چاہتے ہو تو حفاظت کرو لیکن اگر حفاظت نہ کرو اور یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس لوگ ہیں تو یاد رکھو کہ ضرور وہ چیز تباہ ہو گی۔''

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 34-35)

پس جن لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال اٹھتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کسی بھی غلطی اور گناہ کے امکان کے سدّ باب کیلئے احتیاطی تدابیر بتاتا ہے اور اس پر عمل کرنے والے ہی اپنی عفت اور عزت بچانے والے ہیں۔

اسلام کا ہر حکم اعتدال کا ہے، اس لیے پردے میں غیر ضروری سختی کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ردّ فرمایا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ''اسلامی پردہ سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ عورت جیل خانہ کی طرح بند رکھی جاوے۔ قرآن شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں ستر کریں وہ غیر مرد کو نہ دیکھیں۔ جن عورتوں کو باہر جانے کی ضرورت تمدنی امور کیلئے پڑے ان کو گھر سے باہر نکلنا منع نہیں ہے وہ بیشک جائیں لیکن نظر کا پردہ ضروری ہے۔''

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 449)

اس طرح ایک جگہ آپؑ نے فرمایا کہ سر کے بال، گال اور ٹھوڑی کو ڈھانک کے رکھو۔ (ماخوذ از ریویو آف ریلیجنز، جلد 4 نمبر 1 صفحہ 17، ماہ جنوری 1905ء، بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام، جلد 3 صفحہ 446)

اور قرآن کریم میں حکم ہے کہ اپنے گریبانوں پر اوڑھنیاں ڈال لیا کرو اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کرو، اس کی پابندی کرو۔ آپؑ نے فرمایا ''مساوات کیلئے عورتوں کے نیکی کرنے میں کوئی تفریق نہیں رکھی گئی ہے اور نہ ان کو منع کیا گیا ہے کہ وہ نیکی میں مشابہت نہ کریں۔ اسلام نے یہ کب بتایا ہے کہ زنجیر ڈال کر رکھو۔ اسلام شہوات کی بناء کو کاٹتا ہے۔ یورپ (اس میں سب ترقی یافتہ ممالک شامل ہیں۔ آپؑ کی مراد ترقی یافتہ ممالک تھے جو نام نہاد ہیں ان) کو دیکھو کیا ہو رہا ہے...... یہ کس تعلیم کا نتیجہ ہے؟ کیا پردہ داری کا یا پردہ دری کا۔'' بہت سے معاملات یہاں بھی ہوتے ہیں اخباروں میں بھی ہم پڑھتے ہیں۔ اب یہ کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ پردے کا نتیجہ ہے یا پردہ نہ کرنے کا نتیجہ ہے ''...... اسلام تقویٰ سکھانے کے واسطے دنیا میں آیا ہے۔'' (ملفوظات، جلد 1، صفحہ 449)

آپؑ نے فرمایا: اسلام تقویٰ سکھانے کے واسطے دنیا میں آیا ہے۔ پس ہمیں تقویٰ پیدا کرنے کی ضرورت ہے چاہے وہ مرد ہے یا عورت ہے اور اللہ تعالیٰ کے جو حکم ہیں ان پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ تقویٰ کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہر احمدی عورت اور ہر احمدی بچی کو اپنے مقام کو سمجھنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق پر چلتے ہوئے اپنی زندگیوں کو سنوارنے کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ آزادی اور حقوق کے نام پر اندھی تقلید کرتے ہوئے اپنے ان دنیاداروں کے پیچھے چلنا شروع کر دیں بلکہ دنیا کو عورت کا مقام اور اسکی عزت اور شرف کے بارے میں بتانا آج احمدی عورت اور احمدی بچی کا کام ہے جس کیلئے بغیر کسی احساس کمتری کے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اب دعا کر لیں۔ (دعا)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 7 ستمبر 2021)

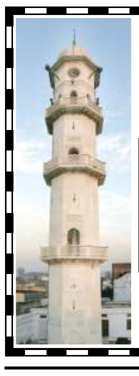
Love for All Hatred for None
99493-56387
99491-46660
Prop:Muhammad Saleem
MASROOR HOTEL
Tea, Tiffin, Meals, Chicken-Biryani, Fast-Food Available Here
Near Naidu Petrol Pump, Khammam Rd. Warangal (Telengana)
طالب دعا: محمد سلیم (جماعت احمدیہ ورنگل، تلنگانہ)

نماز جنازہ غائب

(قسط اوّل)

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امسال جلسہ سالانہ یو.کے 2021 پر تیسرے روز نماز ظہر وعصر کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ ’’اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کیلئے دعائے مغفرت کی جائے گی‘‘ 209 مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی تھی۔ان میں سے 35 مرحومین کا مختصر ذکر ذیل میں پیش ہے:

(1) مکرم بشارت احمد صاحب ابن مکرم برکت علی صاحب (کھاریاں ضلع گجرات) 6/مارچ 2019 کو وفات پاگئے۔مسقط سے واپس آکر مختلف مقامی وضلعی عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔

(2) مکرم محمد عتیق بٹ صاحب ابن مکرم خواجہ غلام نبی صاحب (مانچسٹر، یو.کے) 17/اپریل 2019ء کو وفات پاگئے۔مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑنانا حضرت غلام رسول صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے ہوا جو کہ بابا سلو کے نام سے مشہور تھے۔مرحوم جماعتی وتبلیغی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔

(3) مکرمہ امینہ خالدہ صاحبہ اہلیہ مکرم میاں نعیم اللہ خالد صاحب (فرانکن تھال، جرمنی) 4/اکتوبر 2019 کو وفات پاگئیں۔آپ نے ریجنل اور مقامی صدر لجنہ کے علاوہ دیگر شعبوں میں خدمت کی توفیق پائی۔

(4) مکرمہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ (لیورپول) اکتوبر 2019 کو وفات پاگئیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔تبلیغ کا کام خوش دلی سے کرتیں اور چندوں کی ادائیگی میں بڑی باقاعدہ تھیں۔

(5) مکرمہ ناصرہ عزیز صاحبہ اہلیہ مکرم عزیز الرحمن خالد صاحب (نائب وکیل الاشاعت ربوہ) (دارالعلوم غربی ثناء، ربوہ) 14/اکتوبر 2019 کو وفات پاگئیں۔قرآن کریم کی تلاوت باقاعدگی سے کرتی تھیں۔ضرورتمندوں کی مدد کرنے والی اور چندوں کی ادئیگی میں بڑی باقاعدہ تھیں۔

(6) مکرم شیخ عبدالشکور صاحب (محلہ دارالبرکات ربوہ) 30/اکتوبر 2019 کو وفات پاگئے۔سلسلہ کیلئے بہت غیرت رکھتے تھے۔انتظامی صلاحیتوں اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کروانے کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔

(7) مکرم جاوید چوہدری صاحب ابن مکرم چوہدری غلام حیدر صاحب (ناروے) 9/دسمبر 2019ء کو وفات پاگئے۔مرحوم نے لمبی تکلیف دہ بیماری کا عرصہ بڑے صبر اور حوصلہ سے گزارا۔مرحوم مکرم غالب احمد جاوید صاحب (دفتر PS یو.کے) کے والد اور مکرم مرزا اطہر بیگ صاحب (دفتر PS اسلام آباد، یو.کے) کے سسر تھے۔

(8) مکرم منصور احمد صاحب (محلہ دارالنصر وسطی، ربوہ) 10/دسمبر 2019 کو وفات پاگئے۔آپ کے تین بیٹے ہیں اور تینوں جماعتی عہدیدار ہیں۔ایک بیٹی کی شادی مربی سلسلہ سے ہوئی ہے۔

(9) مکرم گلزار احمد صاحب ابن مکرم محمد اسحاق صاحب (چک نمبر 646 گ ب ٹھٹھہ کالو کا ضلع فیصل آباد) 17/دسمبر 2019 کو وفات پاگئے۔مرحوم صوم وصلوۃ کے پابند، خوش اخلاق، مہمان نواز، ملنسار اور ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔

(10) مکرم فیض الرحمن صاحب ابن مکرم چوہدری عبد الرحمن صاحب (اسلام آباد، پاکستان) 16/دسمبر 2019 کو وفات پاگئے۔مرحوم اعلیٰ درجہ کے متقی، بااخلاق، نظام جماعت سے تعاون کرنے والے اور چندہ جات کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے۔

(11) مکرم ناصر احمد صاحب ابن مکرم رحمت اللہ صاحب (کوٹ عبدالمالک ضلع شیخوپورہ) 23/دسمبر 2019 کو وفات پاگئے۔مرحوم موصی تھے۔بہت شفیق، ہردلعزیز اور ایک نیک مخلص انسان تھے۔آپ نے بطور صدر جماعت کوٹ عبدالمالک خدمت کی توفیق پائی۔آپ مکرم ظفر رشید صاحب مربی سلسلہ وصدر خدام الاحمدیہ سپین کے سسر تھے۔

(12) مکرمہ زاہدہ پروین صاحبہ اہلیہ مکرم ظہور احمد خان صاحب (علی پور مظفر گڑھ) 23/دسمبر 2019ء کو وفات پاگئیں۔پیشہ کے لحاظ سے سکول ٹیچر تھیں۔غریب بچوں کی یونیفارم اور فیسوں وغیرہ کے اخراجات برداشت کرتی تھیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔

(13) مکرم عبدالکریم صاحب ابن مکرم اللہ دتہ صاحب (قیام پور ورکاں، گوجرانوالہ) 26/دسمبر 2019 کو وفات پاگئے۔مرحوم موصی تھے۔احمدی ہونے کے بعد شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا لیکن تمام حالات کا بڑی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔

(14) مکرم محمد اسلم صاحب (محلہ نصیر آباد سلطان، ربوہ) 28/دسمبر 2019 کو وفات پاگئے۔مرحوم بلند اخلاق کے مالک تھے۔نماز باجماعت کے پابند تھے۔

(15) مکرم یاسمین احمد طاہر رند صاحب ابن مکرم خدابخش صاحب (خادم مسجد ڈیرہ غازی خان) 11/جنوری 2020 کو وفات پاگئے۔مرحوم موصی تھے۔تقریباً 21 سال خادم مسجد کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ایک بااخلاق، مہمان نواز اور ملنسار انسان تھے۔آپ کے دو بیٹے جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم ہیں۔

(16) مکرم غلام مرتضیٰ صاحب (چک نمبر 132 رب ساہووالا ضلع فیصل آباد) 13/جنوری 2020ء کو وفات پاگئے۔مقامی جماعت میں سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔آپ مکرم علی رضا صاحب مربی سلسلہ کے والد تھے۔

(17) مکرمہ بشریٰ عارف صاحبہ اہلیہ مکرم محمد عارف صاحب (مانگٹ اونچا ضلع حافظ آباد) 15/جنوری 2020 کو وفات پاگئیں۔گاؤں میں تقریباً 25 سال احمدی اور غیر احمدی بچوں کو قرآن کریم پڑھایا۔

(18) مکرم جمشید عارف صاحب ابن مکرم محمد عارف صاحب (مانگٹ اونچا ضلع حافظ آباد) 15/جنوری 2020 کو وفات پاگئے۔مرحوم بہت محنتی مخلص اور باوفا انسان تھے۔

(19) مکرم نیاز احمد بھٹی صاحب ابن مکرم حاجی برکت علی صاحب (دارالعلوم جنوبی بشیر ربوہ) 20/جنوری 2020 کو وفات پاگئے۔مرحوم 1991 میں خود احمدی ہوئے اور بہن بھائیوں کی مخالفت کا بڑی جواں مردی سے مقابلہ کیا۔پنجوقتہ نمازوں کے پابند، بہت خوددار، چندہ جات اور مالی تحریکات میں باقاعدگی سے حصہ لینے والے ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔

(20) مکرمہ رشیدہ لطیف مرزا صاحبہ اہلیہ مکرم محمد لطیف مرزا صاحب (گنج مغل پورہ، لاہور) یکم فروری 2020 کو وفات پاگئیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔پنجوقتہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ اور مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی ایک نیک اور پرہیزگار خاتون تھیں۔

(21) مکرم رانا نذیر احمد صاحب ابن مکرم رانا غلام محمد صاحب (چک نمبر 201 مراد ضلع بہاولنگر) 2/فروری 2020 کو وفات پاگئے۔مرحوم موصی تھے۔وفات سے قبل نائب صدر جماعت، زعیم انصار اللہ اور سیکرٹری مال کے طور پر خدمت بجا لارہے تھے۔آپ مکرم رانا کاشف نذیر صاحب (مربی سلسلہ) کے والد تھے۔

(22) مکرم حشمت اللہ صاحب (جرمنی) 4/فروری 2020ء کو وفات پاگئے۔آپ کا نظام جماعت اور خلافت سے نہایت وفا اور اطاعت کا تعلق تھا۔مرحوم مکرم مظفر احمد صاحب سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے چھوٹے بھائی تھے۔

(23) مکرمہ افتخار بیگم صاحبہ بنت مکرم میاں محمد اکبر اقبال صاحب (بلدیہ ٹاؤن کراچی) 6/فروری 2020 کو وفات پاگئیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔مرحومہ نے حلقہ پولی ٹیکنیک مجلس بلدیہ ٹاؤن کی صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(24) مکرمہ صادقہ شاہین صاحبہ بنت مکرم محمد یعقوب صاحب (دارالعلوم غربی ثناء، ربوہ) 7/فروری 2020 کو وفات پاگئیں۔آپ نے بطور معاون صدر واقفات نو خدمت کی توفیق پائی۔

(25) مکرم عمر دراز تنویر صاحب ابن مکرم محمد نواز گوندل صاحب (دارالعلوم غربی خلیل، ربوہ) 8/فروری 2020 کو وفات پاگئے۔مرحوم موصی تھے۔جماعت کے فعال رکن تھے۔بطور سیکرٹری تحریک جدید بڑی محنت سے کام کیا۔ڈیفنس لاہور میں سیکرٹری مال کے طور پر بھی خدمت بجالاتے رہے۔

(26) مکرم شان احمد صاحب ابن مکرم احمد یار صاحب (دارالیمن شرقی احسان ربوہ) 12/فروری 2020 کو وفات پاگئے۔مرحوم نے 1962 میں اپنے گھر والوں کے ہمراہ بیعت کی اور خاندانی مخالفت سے تنگ آکر ربوہ شفٹ ہوگئے۔1976 میں زندگی وقف کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے دور خلافت میں حفاظت خاص میں بھرتی ہوگئے۔محلہ میں بطور سیکرٹری دعوت الی اللہ خدمت کی توفیق پائی۔

(27) مکرمہ سلیمہ بیگم صاحبہ (جماعت Willingoro، امریکہ) 13/فروری 2020 کو وفات پاگئیں۔آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت سید بہاول شاہ صاحب کی پوتی اور حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحب کی نواسی تھیں۔

(28) مکرمہ سیدہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم فضل عمر صاحب مرحوم مبلغ سلسلہ (سونگڑہ، اڈیشہ، انڈیا) 15/فروری 2020ء کو وفات پاگئیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔آپ حضرت سید نیاز حسین صاحب رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی اور مکرم سید فضل نعیم صاحب معلم سلسلہ اڈیشہ کی والدہ تھیں۔

(29) مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب ابن مکرم چوہدری فضل حق صاحب (لالہ پنڈی تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین) 26/فروری 2020 کو وفات پاگئے۔مقامی جماعت میں کئی عہدوں پر خدمت کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ارشاد پر نصرت جہاں سکیم کے تحت نائیجیریا میں احمدیہ کالج کانو میں کیمسٹری کے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ رہے۔

(30) مکرم ملک منظور احمد صاحب ابن مکرم ملک محمد یوسف صاحب (دارالفتوح شرقی ربوہ) یکم مارچ 2020 کو وفات پاگئے۔صوم وصلوۃ کے پابند ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔آپ مکرم لقمان احمد انجم صاحب (مربی سلسلہ) کے والد تھے۔

(31) مکرم مبشر احمد طارق صاحب (کہکشاں کالونی، ربوہ) 3/مارچ 2020 کو وفات پاگئے۔چک نمبر 20 منڈی بہاؤالدین میں قائد خدام الاحمدیہ سیکرٹری مال اور قائمقام صدر کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(32) مکرم میاں عبدالصمد صاحب (جرمنی) 4/مارچ 2020 کو وفات پاگئے۔آپ نے مقامی سطح پر نائب صدر اور زعیم انصار اللہ کے علاوہ مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔آپ کے ایک بیٹے مکرم میاں عبدالواحد صاحب تنزانیہ میں ریجنل مبلغ کے طور پر خدمت بجالا رہے ہیں۔

(33) مکرم مبارک احمد چیمہ صاحب (ربوہ) 6/مارچ 2020 کو وفات پاگئے۔آپ کو مجلس خدام الاحمدیہ مقامی میں تین چار سال خدمت کا موقع ملا۔1998-99 میں انہوں نے اپنے آپ کو حفاظتی ڈیوٹی کیلئے بطور رضا کار پیش کیا اور اس دوران ناظر اعلیٰ و امیر مقامی کے ساتھ بھی خدمت بجالاتے رہے۔مرحوم موصی تھے۔آپ مکرم شاہد احمد چیمہ صاحب (مربی سلسلہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ) کے والد تھے۔

(34) مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ملک ریاض احمد صاحب (گلارچی، سندھ) 6/مارچ 2020ء کو وفات پاگئیں۔مرحومہ نے صدر لجنہ گلارچی کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔مرحومہ موصیہ تھیں۔آپ مکرم اویس احمد تارڑ صاحب (مربی سلسلہ نسیم آباد فارم ضلع عمرکوٹ سندھ کی نانی تھیں۔

(35) مکرم چوہدری غلام رسول ونیس صاحب ابن مکرم چوہدری احمد دین ونیس صاحب (چک نمبر 430 ج ب آدا تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) 6/مارچ 2020ء کو وفات پاگئے۔قاضی ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے علاوہ مقامی جماعت میں سیکرٹری مال اور صدر جماعت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔مرحوم موصی تھے۔ (باقی آئندہ)

......☆......☆......☆......

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانْصُرْنِي وَارْحَمْنِي (الہامی دعا حضرت مسیح موعودؑ)
ترجمہ: اے میرے ربّ! ہر ایک چیز تیری خادم ہے، اے میرے رب! شریر کی شرارت سے مجھے پناہ میں رکھ اور میری مدد کر اور مجھ پر رحم کر

KOLKATA BAZAR MOBILE SHOP
Prop. : Minzarul Hassan
Contact No. 6239691816, 8116091155
Delhi Bazar, Qadian - 143516
Dist. Gurdaspur, PUNJAB

Zaid Auto Repair
زید آٹو رِپیئر
Mob. 9041492415 - 9779993615
Deals in: Repair of All Types of 4 Stroke & 2 Stroke Vehicles
Shop No. 7,Front of Guru Nanak Filling Station
Harchowal Road, White Ayenue Qadian
طالب دعا: صالح محمد زید مع فیملی، افراد خاندان ومرحومین

میرے والد

مکرم ڈاکٹر ملک بشیر احمد ناصر صاحب مرحوم درویش قادیان

(بشریٰ صادقہ اہلیہ مکرم خواجہ داؤد احمد، کینیڈا)

درویشانِ قادیان قیامت تک تاریخ احمدیت میں جگمگاتے رہیں گے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے مؤرخہ 11 مئی 1948ء کو اپنے ایک تاریخی پیغام میں درویشانِ کرام قادیان کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ: ’’آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہونگی کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چنتا۔‘‘ (درویشان کرام نمبر الفرقان ربوہ، اگست۔ستمبر 1963ء صفحہ 5)

ہمارے والد ڈاکٹر ملک بشیر احمد ناصر صاحب درویش قادیان اپنے والدین خورشید بی بی صاحبہ اور ملک عبدالکریم صاحب آف ترگڑی ضلع گوجرانوالہ کے اکلوتے بیٹے اور ملک محمد جمال صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے تھے۔ آپ کی والدہ آپ کے بچپن کے زمانہ میں جبکہ آپ کی عمر 7 سال کی تھی وفات پاگئی تھیں اور ان کے بعد دادی نے آپ کی پرورش کی۔

1937ء میں تعلیم کی غرض سے قادیان آئے اور 1942ء میں میٹرک پاس کیا۔ آپ کی خواہش تھی کہ آگے تعلیم جاری رکھیں لیکن مالی حالات نے اسکی اجازت نہ دی۔ ان دنوں جنگ عظیم دوم جاری تھی اور نوجوان فوج میں بھرتی کئے جارہے تھے۔ آپ بھی Navy میں بطور Wireless Operator بھرتی ہوگئے اور اس غرض سے آپ کو Bombay بھیج دیا گیا۔ جب آپ کی دادی کو اس ملازمت کا علم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوئیں اور بہت اصرار کیا کہ آپ واپس آجائیں۔ اس پر کچھ عرصے میں ہی Navy کی ملازمت چھوڑ کر واپس اپنے گھر آگئے۔ کچھ وقت گزارنے کے بعد Military میں Supply Department میں بھرتی ہوگئے۔ وہاں سے آپ کو Baroda بھیجا گیا اور Baroda میں Commission Officer کے طور پر ٹریننگ کے بعد چٹاگانگ بھیجا گیا پھر آسام اور برما گئے۔ بحری جہاز میں سامان لے جایا جاتا تھا اور آپ اِسکے انچارج ہوتے تھے۔ جنگ ختم ہونے پر Baroda سے فارغ ہوکر ترگڑی آگئے۔ 1946ء میں پٹواری کی ٹریننگ لینی شروع کی۔ ٹریننگ مکمل ہوگئی تھی اور ملازمت ملنے والی تھی کہ انڈیا اور پاکستان کی تقسیم کا زمانہ آگیا۔ ابھی جبکہ آپ کی عمر تقریباً 23 سال تھی، حضرت مصلح موعودؓ کا ایک نمائندہ آپ کے گاؤں آیا اور تحریک کی کہ نوجوان اپنے آپ کو حفاظتِ مرکز کیلئے پیش کریں۔ مسجد میں جب یہ تحریک کی گئی تو بھری مسجد کے ایک کونہ میں باپ بیٹھا تھا اور دوسری جانب بیٹا۔ دونوں نے اپنے نام پیش کردیئے۔ دونوں میں سے ایک جاسکتا تھا۔ بیٹا کسی طرح ہار ماننے والا نہ تھا۔ آخر اِس نوجوان کی دادی نے اس کے حق میں فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ بشیر احمد نوجوان ہے اور پُھرتیلا ہے اس لیے اس کو قادیان جانا چاہیے۔ اس طرح باپ اپنے بیٹے کو حفاظتِ مرکز کے واسطے بھیجنے کیلئے تیار ہوگیا۔ یہ وہ دن تھا جب اس نوجوان نے اپنی زندگی اپنے خدا کے در پر ڈال کر ابدی خوشی حاصل کر لی اور پھر کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور آخری سانس تک اسکے در سے نہیں ہٹا۔

وہ ہے خوش اموال پر، یہ طالب دیدار ہے
بادشاہوں سے بھی افضل ہے گدائے قادیاں

ابّا جی بتایا کرتے تھے کہ قادیان تو تخت گاہِ مسیح ہے ہم نے اس کی کیا حفاظت کرنی تھی خدا تو خود اس تخت گاہِ مسیح کی وجہ سے ہماری حفاظت کر رہا تھا۔ آپ نے مجھے بتایا کہ شروع کے دن بہت بدامنی کے دن تھے۔ ہم بہشتی مقبرہ اور سب مقدس مقامات پر پہرہ دیا کرتے تھے۔

وقت گزرتا رہا اور حالات بہتر ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا۔ ابّا جی کو

> **آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہونگی کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چنتا۔ (مصلح موعودؓ)**

محاسب میں کیشئر (Cashier) کے طور پر ڈیوٹی سپرد کی گئی۔ پھر شعبہ تعلیم کے دفتر میں بھی کام کیا۔ 1950ء میں احمدیہ ہسپتال کھلا جس کے انچارج اس وقت کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب تھے۔ ہسپتال میں مدد کیلئے ایک کوالیفائیڈ آدمی کی ضرورت تھی اور اس غرض کیلئے ابا جی کو کمپاؤنڈر کے طور پر رکھ لیا گیا۔ جماعتی ضرورت کے تحت شعبہ تعلیم میں کام کرنے کے ساتھ ساتھ میڈیکل پریکٹس میں بھی مدد کرتے رہے۔ اس طرح اس فیلڈ میں آپ کا علم اور تجربہ بڑھتا گیا اور کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب نے امراض چشم کا شعبہ آپ کے سپرد کردیا۔

غالباً 1953ء میں کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب پاکستان واپس چلے گئے۔ حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ابّا جی کو ازراہ شفقت فرمایا کہ آپ

> **حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے جب حفاظت مرکز کی تحریک ہوئی تو مسجد کے ایک کونے میں باپ بیٹھا تھا اور دوسرے کونے میں بیٹا، دونوں نے اپنے نام پیش کردیئے، دونوں میں سے ایک جاسکتا تھا، بیٹا ہار ماننے والا نہ تھا، آخر اس نوجوان کی دادی نے اس کے حق میں فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ بشیر احمد نوجوان ہے اور پُھرتیلا ہے اس لیے اس کو قادیان جانا چاہئے ☆**

میڈیکل پریکٹیشنر کے طور پر اپنی رجسٹری کروالیں۔ اس پر ابّا جی نے چندی گڑھ میں اپنے آپ کو Medical Practitioner کے طور پر رجسٹرڈ کروالیا۔

اُن دنوں جبکہ ڈاکٹر غلام ربانی صاحب ہسپتال کے انچارج تھے انجمن نے فیصلہ کیا کہ ایک دواخانہ باہر کھولا جائے تاکہ محصوریت کم ہو اور جماعت کے تعلقات بڑھیں۔ قادیان سے مشرق کی طرف کچھ میل دور بھرت کے مقام پر ایک دواخانہ کھولا گیا اور ابّا جی کو اس کا انچارج بنا دیا گیا۔ وہاں روز جاتے اور کبھی کبھی رات کے بارہ اور ایک بجے تک واپس آتے۔ کبھی کوئی مریض خطرے میں ہوتا تو رات وہیں رہ جاتے۔ اور امی گھر میں ان کا انتظار کرتیں۔ کوئی فون کی سہولت تو ہوتی نہیں تھی کہ پتہ لگے کہ ابّا جان کہاں ہیں۔ 1954ء تک بھرت میں کام کیا۔

ملکی حالات بہتر ہونے پر جو نوجوان شادی شدہ تھے انہوں نے اپنی فیملیز کو قادیان بلا لیا اور جو غیر شادی شدہ تھے ان کی شادیاں ہونے لگیں۔ نومبر 1953ء میں میرے والد صاحب کی شادی میری والدہ امۃ الحفیظ صاحبہ بنت خواجہ عبدالواحد صاحب سے ہوئی اور ابّا جی کو ایک ایسی حقیقی رفیق حیات مل گئی جو اپنے خاوند کے ساتھ ہر حال میں قدم بقدم چلنے کو تیار تھیں۔ ان کی بہترین دوست، ہمدرد، مشیر اور ان کے بچوں کیلئے بہترین ماں ثابت ہوئیں۔ والدہ صاحبہ بتاتی تھیں کہ شروع درویشی کا زمانہ سخت تنگی سے گزرا۔ صرف 5 روپے ماہانہ الاؤنس ملتا تھا۔

1956 تا 1959 ابا جی نے لدھیانہ سے آپتھالمولوجی کی ڈگری حاصل کی اور واپس قادیان آکر اپنی پرائیویٹ پریکٹس کا آغاز کیا۔ آنکھوں کے علاج اور Cataract Surgery کیلئے دُور دُور سے لوگ ابّا جی کے پاس آتے اور خدا کے فضل سے شفا پا کر جاتے۔ بے شمار مریضوں کی آنکھوں کے کامیاب آپریشن کیے۔ 20-25 سال تک صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے فیملی ڈاکٹر کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیں۔

ابّا جی کی زندگی بے حد منظّم تھی۔ صبح ناشتہ کے بعد ساڑھے آٹھ بجے کے قریب گھر سے نکلنا اور ظہر کے وقت مسجد پہنچنا ان کا معمول تھا۔ اکثر اوقات غیر مسلم مریض مسجد کی سیڑھیوں کے پاس کھڑے ان کی واپسی کا انتظار کیا کرتے اور کہتے کہ ڈاکٹر صاحب نماز پڑھنے اور دعا کرنے گئے ہیں۔ دوپہر کے کھانے کیلئے گھر آتے اور تھوڑا آرام کر کے پھر کلینک چلے جاتے اور شام کو مغرب کی نماز کے بعد سیر کیلئے جاتے۔ گھر واپس آنے پر امّی، ابّا جی اور ہم پانچوں بہنیں اکٹھے کھانا کھاتے اور بے تکلف باتیں ہوتیں۔ یہ روز کا معمول تھا اور چھٹی کا کوئی تصور نہیں تھا۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ جب امّی بہت بیمار ہوگئیں اور امرتسر ہسپتال میں داخل تھیں تو پندرہ دن امی کے ساتھ امرتسر ہی رہے۔ امّی کہتی رہیں کہ آپ واپس قادیان چلے جائیں لیکن جواب میں یہی کہتے کہ تمہیں ساتھ لے کر ہی جاؤں گا۔ امّی اور ابّا جی کا آپس میں بہت محبت اور احترام کا تعلق تھا۔ کسی بات پر اگر غصے میں کوئی سخت رویہ دکھاتے اور امّی کے خاموش چہرے پر اُداسی کا اظہار نظر آتا تو کلینک جانے سے پہلے صلح کرنا چاہتے اور امّی کو مخاطب کر کے کہتے کہ حفیظ! میں جا رہا ہوں۔ اور السلام علیکم کہتے۔ جواب میں امّی کے چہرے پر ناراضگی دیکھ کر امّی کو منانے کیلئے پاس بیٹھ جاتے اور کہتے کہ میں کلینک پر نہیں جاؤں گا جب تک تم مجھے معاف نہ کر دو گی۔ اُدھر کلینک سے بار بار پیغام آتے کہ مریض انتظار میں بیٹھے ہیں جلدی آئیں۔ تو کہتے تھے جتنے بھی پیغام آئیں آنے دو جب تک حفیظ معاف نہیں کرے گی میں نہیں جاؤں گا۔ اس پر امّی کی ہنسی نکل جاتی اور یوں ابّا جی خوشی خوشی کلینک چلے جاتے۔ یہ تھی ہماری قادیان میں معاشرتی جنت کی ایک جھلک۔ اللہ تعالیٰ نے اس جوڑے کو پانچ بیٹیوں سے نوازا۔ بیٹیوں سے بے انتہا محبت تھی۔ ہر بیٹی یہی سمجھتی تھی کہ وہی سب سے زیادہ پیاری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ابا جی کو کبھی کسی کا محتاج نہیں کیا۔ ہمیشہ ان کی جھولی اپنی نعمتوں سے بھر کر رکھی اور اپنے اس درویش کا ہاتھ ہمیشہ اوپر رکھا اور بے حساب رزق سے نوازا۔ اپنے سارے خاندان کی مالی امداد بے غرض اور بے انتہا کی۔ قادیان کے درویشوں کیلئے بھی بہت نافع الناس شخصیت کے حامل تھے۔

جلسے پر آنے والے بعض مہمان اگر دعا کی درخواست کے ساتھ محبت اور عقیدت سے کچھ نذرانہ چھوڑ جاتے تو بہت شرم محسوس کرتے بلکہ خود درویش فنڈ میں Contribute کیا کرتے تھے۔ ایک دیکھنے والا یہ دیکھ سکتا تھا کہ یہ شخص دنیا کی دولتوں سے مالا مال ہونے کے باوجود اُن دولتوں سے بے نیاز بھی ہے۔ غریب اور ذہین طلباء کی حوصلہ افزائی اور مالی امداد کا خاص خیال رہتا تھا اور تعلیم فنڈ میں باقاعدہ رقم ادا کیا کرتے تھے۔ اسکے علاوہ قوم کے بچوں کی جسمانی صحت کا بہت دھیان رہتا۔ کبڈی اور ہاکی وغیرہ کھیلوں میں جیتنے والی ٹیم کے لڑکوں کو پیسوں کی صورت میں انعام دے کر خوشی محسوس کرتے۔

اللہ تعالیٰ پر کامل توکل اور شکر گزاری آپ کی زندگی کے نمایاں اوصاف تھے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتے تھے۔ اکثر یہ مصرع پڑھا کرتے تھے۔

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

خلیفۂ وقت کی طرف سے جو بھی تحریک ہوتی آپ کی کوشش ہوتی کہ اولین لبیک کہنے والوں میں سے ہوں۔ اور یہ انداز آخری وقت تک قائم رہا۔ الحمدللہ۔

نظمیں بہت خوبصورت انداز میں پڑھتے تھے۔ آواز مترنم اور لہجے میں درد اور گہرائی تھی۔ درّثمین، کلام محمود اور درِّ عدن کی اکثر نظمیں زبانی یاد تھیں۔ اکثر دعائیہ نظمیں گنگنایا کرتے تھے۔ سالہا سال تک قادیان کے جلسہ پر ابّا جی کی نظم ضرور ہوتی تھی جو بہت شوق سے سنی جاتی تھی۔

1948ء میں امیر جماعت قادیان (مولوی عبدالرحمان صاحب جٹؓ) کی درخواست پر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے ایک نظم لکھ کر بھیجی۔ اس نظم کا ذکر کرتے ہوئے چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش قادیان اپنی کتاب ’’اردو ادب کا احمدیہ دبستان‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’کتنی حسرت بھری ہوئی ہے حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا کے ان قیمتی اور تاریخی اشعار میں جو آپ نے اہلِ قادیان (درویشوں) کے نام اپنے پیغام میں فرمائے تھے!

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو
دیارِ مہدیٔ آخر زماں میں رہتے ہو
قدم مسیح کے جس کو بنا چکے ہیں حرم
تم اس زمین کرامت نشاں میں رہتے ہو
خدا نے بخشی ہے الدّار کی نگہبانی
اسی کے حفظ اسی کی اماں میں رہتے ہو

کتنا درد اور سوز ہے ان الفاظ میں۔ یہ اشعار کیا ہیں خون دل سے لکھی ہوئی ایک اہم تاریخی دستاویز ہے۔ یہ الفاظ ایک مقدس دل کی گہرائیوں سے نکلے اور لاکھوں افرادِ جماعت کے قلوب کی گہرائیوں میں بیٹھ گئے۔

فرشتے ناز کریں جس کی پہرہ داری پر
ہم اس سے دور ہیں تم اس مکاں میں رہتے ہو

مجھے یاد ہے کہ جب تقسیم ملک کے بعد 1949ء کے جلسہ سالانہ پر حضرت موصوفہ کی یہ نظم میرے درویش بھائی مکرم ملک بشیر احمد صاحب ناصر نے پہلی بار ترنم کے ساتھ پڑھی تھی تو ہر درویش اور حاضرین جلسہ کی آنکھیں

اشکبار تھیں اور دبی دبی سسکیاں سینوں سے نکل رہی تھیں۔ لیکن جب یہ شعر پڑھا گیا۔

شبیں جہاں کی شبِ قدر اور دن عیدیں
جو ہم سے چھوٹ گیا، اس جہاں میں رہتے ہو

تو صبر وضبط کا دامن چھوٹ گیا اور بے اختیار چیخوں سے ایک حشر سا بپا ہو گیا تھا۔ یوں تو ہم پہلے بھی اپنی درویشی کو ایک قیمتی متاع سمجھتے تھے لیکن اس نظم نے تو ایک اَور ہی رنگ میں ہمیں اپنی درویشی سے متعارف کروایا اور درویشی کی قدر و قیمت ہماری بلکہ جماعت کی نگاہوں میں اَور بھی بڑھ گئی۔ یہ نظم رہتی دنیا تک ہمارے لئے اور ہماری نسلوں کیلئے سرمایۂ فخر رہے گی۔‘‘

(اردو ادب کا احمدیہ دبستان، صفحہ 182-183)

یہ ترنم محض نظموں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ قرآن کریم کی تلاوت میں تو بہت ہی دلکش سنائی دیتا تھا۔ اپنے کلینک میں ڈیسک کے داہنی طرف قرآن کریم کا ایک نسخہ ہر وقت رکھتے تھے۔ جونہی مریضوں سے فرصت ملتی قرآن کریم کھول کر دھیمی آواز میں پڑھا کرتے تھے۔ اس طرح قرآن کریم کا بہت سا حصہ حفظ کر لیا تھا۔ تلفظ بہت اچھا تھا۔ دوسروں کی تلاوت میں صحیح تلفظ کی ادائیگی سن کر بہت محظوظ ہوتے اور ان کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے تعلیم القرآن کی تحریک کی تو ہر روز عشاء کی نماز کے بعد باقاعدگی سے مسجد میں قرآن کریم کی کلاس میں شامل ہوتے جو مولوی حفیظ صاحب بقا پوری درویش قادیان پڑھایا کرتے تھے۔ بہت ذہین تھے اور ترجمہ بہت شوق سے اور بہت اچھی طرح سیکھا۔ تفسیر کبیر کا گہرا مطالعہ رکھتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ کی ذہانت اور معرفت سے مرعوب اپنی بیٹیوں کو اس خزانے کی طرف بارہا متوجہ کیا کرتے تھے۔ بیٹیوں کی شادی پر سب کو تفسیر کبیر کے سیٹ دے کر رخصت کیا۔

ابّا جی کا اللہ تعالیٰ سے محبت اور یقین کا تعلق ایک خاص رنگ رکھتا تھا۔ وفات سے قریباً چار سال قبل جب آپ کو فالج کا شدید حملہ ہوا اور جسم کا ایک حصہ تقریباً مفلوج ہو گیا۔ سخت پریشانی کا عالم تھا۔ سب دعائیں کر رہے تھے۔ خود بھی ہر وقت دعا کرتے رہتے تھے اور حضرت مصلح موعودؓ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

گر زندگی دینی ہے تو دے ہاتھ سے اپنے
کیا جینا ہے یہ، جیتے ہیں غیروں کے سہارے

ایک دن بیماری کے ایام میں کہنے لگے مجھے اللہ تعالیٰ پر کامل یقین ہے کہ وہ مجھے کامل شفا دے گا اور مرے جسم کا کوئی حصہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے اس بندہ سے پیار کا سلوک دیکھ کر دل سجدۂ شکر بجا لاتا ہے کہ ابھی کچھ ہی دن گزر رہے تھے کہ آپ کے جسم پر فالج کا کوئی اثر باقی نہ رہا اور آپ بالکل نارمل چلنے پھرنے لگ گئے۔ الحمدللہ۔

اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی محبت کے سلوک کی ایک اور جھلک اس واقعہ میں بھی نظر آتی ہے کہ وفات سے کچھ عرصہ قبل جبکہ جلسہ سالانہ قادیان پر گھر میں دیگر مہمانوں کے علاوہ دو بیٹیاں بھی بیرونِ ملک سے آئی ہوئی تھیں۔ ابّا جی کمزوری کی وجہ سے گھر پر ہی رہتے تھے۔ ایک دن فجر کی نماز پڑھ کر بہشتی مقبرہ سے واپس آنے میں قدرے تاخیر ہو گئی۔ واپس آتے ہی بیٹیوں نے ابّا جی سے کہا ابّا جی آج کچھ دیر ہو گئی ہے ہم ابھی آپ کیلئے ناشتہ لاتے ہیں۔ ابا جی بڑے اطمینان سے کہنے لگے کہ مجھے بھوک لگی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ٹرے میں میرے لیے کھانا لے کر آئے تھے۔ وہ میں نے سیر ہو کر کھایا ہے۔ الحمدللہ۔

ابّا جی کی عادت تھی کہ گھر میں چلتے پھرتے قدرے اونچی آواز میں دعائیں اور درود شریف کا وِرد کرتے رہتے۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ تو بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ سورۂ آل عمران کی یہ دعا اکثر زیرِ لب رہتی۔ (ترجمہ) اے ہمارے رب! یقیناً ہم نے ایک منادی کرنے والے کو سنا جو ایمان کی منادی کر رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ۔ پس ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب پس ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ موت دے۔ (سورۂ آل عمران آیت 194)

میرے پیارے ابّا جی کا وجود ہمارے سروں پر ایسا ٹھنڈا اور گھنا سایہ تھا کہ بیمار اور کمزور ہونے کے باوجود ان کے سینے سے لگ کر ایسا لگتا کہ ہم ہر غم و فکر سے آزاد ہو گئے ہیں۔

خدا گواہ ہے کہ اس درویش نے خدا اور رسولؐ اور اس کے پیارے مسیح اور خلافت کے ساتھ اخلاص، وفا، محبت اور عقیدت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتے ہوئے کسی قسم کی قربانی سے کبھی گریز نہ کیا اور 13 رمئی 2013ء کو اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔ خدا تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے۔ آمین۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيْرًا۔ آمین۔

زہے قسمت کہ دنیا میں فدائے قادیاں تم ہو
مسیحائے محمدؐ کے نشانوں میں نشاں تم ہو
نہیں سمجھی تو آخر ایک دن دنیا یہ سمجھے گی!
کہ ایک قطرہ نہیں ہو بلکہ بحرِ بے کراں تم ہو

(کلامِ قدسیؓ، بابت درویشان قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

مصطفےؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت ✡ اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام ✡ دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

طالبِ دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

Near Railway Gate, Soro, Balasore-45, ODISHA
Prop. : Sk. Ishaque, Con. No. 7873776617, 9778116653, 9937080096
طالب دعا: شیخ اسحٰق، جماعت احمدیہ سورو (سوبہ اڈیشہ)

لڑکی والوں کی طرف سے زیور اور کپڑے کا مطالبہ بے حیائی ہے

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’اس امر کی طرف اپنی جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ رسمیں خواہ کسی رنگ میں ہوں بری ہوتی ہیں اور مجھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے لوگوں نے اگر بعض رسمیں منائی ہیں تو دوسری شکل میں بعض اختیار بھی کر لی ہیں۔ نکاحوں کے موقع پر پہلے تو گھروں میں فیصلہ کر لیا جاتا تھا کہ اتنے زیور اور کپڑے لئے جائیں گے۔ پھر آہستہ آہستہ ایسی شرائط تحریروں میں آنے لگیں۔ پھر میرے سامنے بھی پیش ہونے لگیں۔ شریعت نے صرف مہر مقرر کیا ہے اس کے علاوہ لڑکی والوں کی طرف سے زیور اور کپڑے کا مطالبہ ہونا بے حیائی ہے اور لڑکی بیچنے کے سوا اس کے اور کوئی معنی میری سمجھ میں نہیں آئے...... میں آئندہ کیلئے اعلان کرتا ہوں کہ اگر مجھے علم ہو گیا کہ کسی نکاح کیلئے زیور اور کپڑے وغیرہ کی شرائط لگائی گئی ہیں یا لڑکی والوں نے ایسی تحریک بھی کی ہے تو ایسے نکاح کا اعلان میں نہیں کرونگا۔‘‘

(خطبہ نکاح فرمودہ 27 رمارچ 1931 بحوالہ الفضل 17 راپریل 1931)

(شعبہ رشتہ ناطہ، نظارت اصلاح ارشاد مرکزیہ قادیان)

بقیہ اہم سوال کے جوابات از صفحہ 10

عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ (سورۃ البقرۃ: 237) یعنی تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو اس وقت بھی طلاق دے دو جبکہ تم نے ان کو چھوا تک نہ ہو یا مہر نہ مقرر کیا ہو۔ اور (چاہئے کہ اس صورت میں) تم انہیں مناسب طور پر کچھ سامان دے دو (یہ امر) دولت مند پر اس کی طاقت کے مطابق (لازم ہے) اور نادار پر اسکی طاقت کے مطابق (ہم نے ایسا کرنا) نیکو کاروں پر واجب (کر دیا) ہے۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ نیشنل مجلس عاملہ سویڈن کی Virtual ملاقات مورخہ 29 راگست 2020ء میں حضور انور نے اس ملاقات سے ایک روز قبل اسلام مخالف گروپ کی طرف سے سویڈن میں قرآن کریم کے نسخہ کو جلانے کی مذمت، اس کی وجہ اور اس پر ایک احمدی مسلمان کے ردّ عمل کے بارے میں رہ نمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں تو سنا ہے کہ کل رات فساد بھی ہوئے ہیں، اس کا اثر تو آپ کے شہر یا علاقہ میں نہیں ہے؟ محترم امیر صاحب سویڈن کے جواب پر کہ رات کو یہ فسادات ہوئے تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے حالات ٹھیک ہیں۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب اب یہ جو اسلام کے بارے میں Misconception ہے، اس کو آپ نے ہی دور کرنا ہے۔ یہ جو شخص کھڑا ہوا ہے کہ میں قرآن جلا دوں گا۔ اور اس کو ٹھیک ہے پولیس نے نہیں اجازت دی لیکن ساتھ ہی اسے یہ بھی کہہ دیا کہ اسے اپیل کرنے کا Right ہے، وہ اپیل کر سکتا ہے۔ اور بعض اس کے جو Followers تھے یا اسکے گروپ کے لوگ تھے، انہوں نے پارک میں جا کر کل رات کو قرآن کریم جلا بھی دیا۔ تو یہ کیوں ہو رہا ہے؟ اس لیے کہ انہیں پتہ ہی نہیں ہے کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے، قرآن کریم کی تعلیم کیا ہے۔ اور اس لیے کہ مسلمانوں کے جو دہشت گرد عمل ہیں وہ ان کو یہی بتاتے ہیں کہ ہاں یہ شاید قرآن میں ہی ہوگا۔ وہ ایک آیت کو تو پکڑ لیتے ہیں کہ قتال کرو یا جنگ کرو۔ جو باقی دوسرے حکم ہیں کہ کن حالات میں کرو، اس کا ان لوگوں کو کوئی نہیں پتہ۔ تو یہ چیزیں ان لوگوں کو پتہ ہونی چاہئیں۔ اس لحاظ سے بھی آپ تبلیغ کا Plan کریں۔

سوال اسی ملاقات میں اس سوال پر کہ کورونا وائرس کی وجہ سے دنیا کی موجودہ صورت حال میں تبلیغ کا کام کس طرح کیا جائے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جواب جو آن لائن تبلیغ ہے وہ بہت زیادہ شروع ہو گئی ہے، واٹس ایپ پر، سوشل میڈیا پر۔ یہاں دیکھیں کہ لوگوں کے پاس کیا کیا سوال ہیں؟ کیا کیا Issues اٹھتے ہیں؟ مختلف سائٹس ہیں، ان میں جا کے ان کو بتائیں کہ ان حالات میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ جھکنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کی طرف آنا چاہئے، اس کو پہچاننا چاہئے۔ نہ یہ کہ Atheist بن جائیں اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ دیں۔ یا یہ سمجھیں کہ خدا تعالیٰ دعائیں قبول نہیں کرتا یا خدا تعالیٰ نہیں ہے یا دنیا ہی سب کچھ ہے۔ اگر دنیا کو بچانا ہے تو یہ کرو۔ کیونکہ اس کے بعد پھر جو Crisis آئے گا، اس بیماری کے بعد دنیا کی Economy جب Shatter ہوتی جائے گی تو اگلا Crisis پھر یہ آئے گا کہ پھر ایک دوسرے کے مال پہ قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے اور جب مال پہ قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے تو جنگیں شروع ہو جائیں گی، جس کیلئے بلاک بنتے ہیں اور بلاک بننے شروع ہو چکے ہیں۔ تو اس سے بچنے کیلئے یہی طریقہ ہے کہ خدا کی طرف آؤ اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو۔ لیکن جو بھی میڈیا ہے، آخر لوگوں کا دنیا سے رابطہ ہو ہی رہا ہے ناں؟ اس میڈیا کو آپ بھی استعمال کریں، اور اس طریقہ کو آپ بھی استعمال کریں جو دنیا استعمال کر رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ آج جو باتیں ہو گئی ہیں انہی پر آپ کام کر لیں، اور جو بعض ضروری باتیں تھیں وہ میں نے کہہ دی ہیں کہ ان (نیشنل عاملہ) کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور جو نیشنل عاملہ سے میں باتیں کر رہا ہوں تو جو متفرق مجالس ہیں ان کے متعلقہ سیکرٹریان جو ہیں، ان کیلئے بھی یہی باتیں ہیں، ان کو بھی یہ یاد رکھنی چاہئیں اور اس کے مطابق اپنی Policy بنانی چاہئے اور عمل کروانا چاہیے۔ اگر Grassroots Level پر سارے کام ہونے شروع ہو جائیں، آپ کی مجالس کے ہر شعبہ کے جو متعلقہ سیکرٹریان ہیں وہ اپنا اپنا کام کریں، ذمہ داری کو سمجھیں تو نیشنل عاملہ کا بھی کام آسان ہو جاتا ہے اور اس مقصد کو بھی آپ پورا کرنے والے بن جاتے ہیں جس کیلئے آپ کو عہدیدار بنایا گیا ہے اور اس طرح آپ خلیفۂ وقت کے مددگار بھی بن جاتے ہیں اور جماعت کی خدمت کا جو کام ہے اس کو بھی صحیح طرح سرانجام دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی پھر آپ کی خدمت جو ہے وہ مقبول ہوتی ہے۔ لیکن اگر صرف عہدہ رکھنا ہے اور عہدہ رکھ کے پھر کام نہیں کرنا اور اپنے غلط نمونے قائم کرنے ہیں، دعاؤں کی طرف توجہ نہیں دینی، آپس میں شعبوں میں تعاون نہیں کرنا، مرکزی شعبوں میں اور ذیلی تنظیموں کے شعبوں میں تعاون نہیں ہونا تو ایسے عہدوں کا کوئی فائدہ نہیں، ایسی تنظیم کو کوئی فائدہ نہیں۔ اور یہ آپ لوگ مجھے تو دھوکا دے سکتے ہیں، یا نظام جماعت کو دھوکا دے سکتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیے ہمیشہ یاد رکھیں، ہر کام کرتے ہوئے، ہر وقت یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ ہمارے ہر قول اور فعل کو دیکھتا اور سنتا ہے۔ اس لیے ہم نے اللہ تعالیٰ کی خاطر ہر کام کرنا ہے اور اس کیلئے اپنی تمام صلاحیتیں، اپنی تمام Potentials کو استعمال میں لانا ہے تا کہ ہم جماعت کے صحیح فعال رکن بھی بن سکیں اور جماعت کی صحیح رنگ میں خدمت بھی کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

(ظہیر احمد خان، مربی سلسلہ، انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 12 رمارچ 2021)

حضرت عمرؓ نے باقاعدہ قضا کے صیغہ کا اجرا فرمایا، تمام اضلاع میں عدالتیں قائم کیں،
ماہرین فقہ کو قاضی مقرر فرماتے، ان کا امتحان بھی لیتے، قاضیوں کی گراں قدر تنخواہیں مقرر فرماتے تا کہ کوئی غلط فیصلہ نہ کر دے
دولت منداور معزز شخص کو قاضی مقرر فرماتے تا کہ فیصلہ کے وقت کسی کے رعب میں نہ آ سکے، عدالت میں مساوات اور انصاف کا لحاظ رکھنے کی تلقین فرمائی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی اور دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 9 ؍جولائی 2021 بطرز سوال و جواب
بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال محکمہ قضا کے اجراء کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے باقاعدہ قضا کے صیغہ کا اجرا فرمایا۔ تمام اضلاع میں باقاعدہ عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کیے۔ حضرت عمرؓ نے قضا کے متعلق قانونی احکامات بھی صادر فرمائے۔

سوال حضرت عمرؓ قاضیوں کے انتخاب میں کن احتیاط کو مدنظر رکھتے؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قاضیوں کے انتخابات میں ماہرین فقہ کو منتخب کیا جاتا لیکن حضرت عمرؓ اسی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا امتحان بھی لیتے تھے۔ قاضیوں کی گراں قدر تنخواہیں مقرر فرماتے تا کہ کوئی غلط فیصلہ نہ کر دے۔ دولت مند اور معزز شخص کو قاضی مقرر فرماتے تا کہ فیصلہ کے وقت کسی کے رعب میں نہ آ سکے۔ حضرت عمرؓ نے عدالت میں مساوات اور انصاف کا لحاظ رکھنے کی تلقین فرمائی۔

سوال اُبیّ بن کعب والے مقدمہ میں حضرت عمرؓ نے قاضی کو کیا سبق دیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کا ایک دفعہ ایک جھگڑا اُبَی بن کعبؓ سے ہو گیا تھا۔ قاضی کے پاس معاملہ پیش ہوا۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو بلوایا اور آپؓ کے آنے پر اپنی جگہ ادب سے چھوڑ دی۔ حضرت عمرؓ فریقِ مخالف کے پاس جا بیٹھے اور قاضی سے فرمایا کہ یہ پہلی بے انصافی ہے جو آپ نے کی ہے۔ اس وقت مجھ میں اور میرے فریق مخالف میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہئے تھا۔

سوال محکمہ افتاء کے اجرا کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: قانونِ شریعت سے واقفیت کیلئے حضرت عمرؓ نے محکمہ افتاء کا قیام فرمایا اور چند صحابہ کو نامزد فرمایا کہ ان کے علاوہ کسی سے فتویٰ نہیں لیا جائے گا۔ ان میں حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابودرداءؓ تھے۔ ان لوگوں کے سِوا اگر کوئی اَور فتویٰ دیتا تو حضرت عمرؓ اسے منع کر دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ ان مفتیان کی بھی وقتاً فوقتاً جانچ کرتے رہتے تھے۔

سوال ملک میں امن کی بحالی کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا اقدامات کئے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عمرؓ نے ملک میں امن قائم رکھنے کی خاطر پولیس کا محکمہ قائم فرمایا۔ اس محکمہ کو احتساب، امن وامان، بازار کی نگرانی وغیرہ کے اختیارات دیے تھے یعنی کہ لوگوں کو دیکھنا کہ وہ صحیح طرح باتوں پر عمل درآمد کر رہے ہیں کہ نہیں۔ کسی کے حق مارے جا رہے ہیں تو ان کی ادائیگی کروانا۔ جو انتظامی معاملات تھے انہیں دیکھنا جب تک معاملہ قاضی کے پاس نہیں جاتا۔ حضرت عمرؓ نے باقاعدہ جیلیں بھی بنوائیں۔ اس سے قبل جیلوں کا رواج نہیں تھا۔ سخت سزائیں بھی مجرموں کو دی جاتی تھیں۔

سوال حضرت عمرؓ نے بیت المال کا قیام کب فرمایا اور اس کی بہتری کیلئے کیا اقدامات کئے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: 15؍ہجری میں بحرین سے پانچ لاکھ کی رقم آئی تو حضرت عمرؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ اس رقم کا کیا کیا جائے۔ ایک رائے تھی کہ سلاطین شام میں خزانے کا محکمہ قائم ہے۔ اس رائے کو حضرت عمرؓ نے پسند فرمایا اور مدینہ میں بیت المال کی بنیاد ڈالی۔ بعد میں مدینہ کے علاوہ تمام صوبہ جات اور ان کے صدر مقامات میں بیت المال قائم کیے گئے۔ حضرت عمرؓ عمارتوں کی تعمیر میں کفایت شعاری سے کام لیتے تھے مگر بیت المال کیلئے نہایت مستحکم اور شاندار عمارتیں بنوایا کرتے تھے۔ ان پر پہرے دار بھی مقرر کیے گئے تھے۔

سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رفاہِ عامہ کے کون کون سے کام کروائے؟

جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زراعت میں بہتری اور عوام کیلئے پانی کی فراہمی کیلئے نہریں کھدوائیں۔ عوام الناس کی سہولت کیلئے مختلف عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ان میں مساجد، عدالتیں، فوجی چھاؤنیاں، بیرکس، ملکی تعمیراتی کاموں کیلئے مختلف دفاتر، سڑکیں، پل، مہمان خانے، چوکیاں، سرائیں وغیرہ شامل ہیں۔ مدینہ سے مکہ تک ہر منزل پر چشمے اور سرائیں بنوائیں، چوکیاں بھی تعمیر کروائیں۔

سوال فوج کی تنظیم اور بہتری کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا کیا اقدامات کئے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: محکمہ فوج کا قیام آپؓ نے کیا۔ حضرت عمرؓ نے باقاعدہ فوج کی ترتیب کی اور تنظیم سازی کی۔ مراتب کے لحاظ سے فوج کے رجسٹر بنوائے اور ان کی تنخواہیں مقرر فرمائیں۔ حضرت عمرؓ نے فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک جو باقاعدہ جنگ میں شامل ہوتے اور دوسرے والنٹیئر جو ضرورت کے وقت بلائے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو فوج کی تربیت کا بہت خیال تھا۔ سرد اور گرم ممالک پر حملہ کرتے وقت موسم کا بھی خیال رکھا جاتا تھا تا کہ فوج کی صحت اور تندرستی کو نقصان نہ پہنچے۔ فوج کے متعلق حضرت عمرؓ نے سختی سے یہ ہدایات دی تھیں کہ ساری فوج تیراکی، گھوڑسواری، تیر چلانا اور ننگے پاؤں چلنا سیکھے۔ ہر چار مہینے کے بعد سپاہیوں کو وطن جا کر اپنے اہل وعیال سے ملنے کیلئے رخصت دی جاتی تھی۔ جفاکشی کے خیال سے یہ حکم تھا کہ اہل فوج رکاب کے سہارے سے سوار نہ ہوں۔ نرم کپڑے نہ پہنیں۔ دھوپ سے بچیں اور حماموں میں نہ نہائیں۔ تمام اضلاع میں فوجی چھاؤنیاں بنوائیں۔ فوجی صدر مقامات میں مدینہ، کوفہ، بصرہ، موصل، فُسطاط، دمشق، حِمص، اُردن، فلسطین شامل کیے جہاں ہمیشہ فوج تعینات رہتی تھی۔

سوال ایک تاجر جو کم قیمت پر مال فروخت کر رہا تھا حضرت عمرؓ نے اس سے کیا کہا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اسلام نے قیمت کو ناجائز حد تک گرانے سے بھی منع کیا ہے...... قیمت کا گرانا بھی ناجائز مال کمانے کا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ طاقتور تاجر اس ذریعہ سے کمزور تاجروں کو تھوڑی قیمت پر مال فروخت کرنے پر مجبور کر دیتا ہے اور ان کا دیوالہ نکلوانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ کا ایک واقعہ ہے کہ آپؓ بازار کا دورہ کر رہے تھے کہ باہر سے آئے ہوئے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ خشک انگور نہایت ارزاں قیمت پر فروخت کر رہا تھا جس قیمت پر مدینہ کے تاجر فروخت نہیں کر سکتے تھے۔ آپؓ نے اسے حکم دیا کہ یا تو اپنا مال منڈی سے اٹھا کر لے جائے یا پھر اسی قیمت پر فروخت کرے جس مناسب قیمت پر مدینہ کے تاجر فروخت کر رہے تھے۔

سوال حضرت عمرؓ کی اوّلیات کے متعلق حضور انور نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت عمرؓ نے ہر شعبہ اور محکمہ میں جو نئی نئی باتیں ایجاد کیں ان کو مؤرخین نے یکجا لکھا ہے اور ان کو اوّلیات کہا جاتا ہے جن کی تعداد چالیس سے زیادہ ہے چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی اولیات میں سے 44 کا ذکر فرمایا۔

......☆......☆......☆......

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا کی دُعا سکھا کر مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے
اس سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو توجہ دلائی ہے کہ ہر وقت علم حاصل کرنے کی تلاش میں رہو، علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اُطۡلُبُوا الۡعِلۡمَ مِنَ الۡمَهۡدِ اِلَی اللَّحۡدِ یعنی چھوٹی عمر سے لے کے قبر میں جانے تک علم حاصل کرو

قرآن وحدیث کے حوالہ سے حصول علم کی اہمیت وفرضیت پر حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطبہ جمعہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 18؍جون 2004 بطرز سوال و جواب
بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال خطبہ جمعہ کے ابتداء میں سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قرآن مجید کی کونسی آیت کی تلاوت فرمائی؟

جواب خطبہ جمعہ کے ابتداء میں حضور انور نے آیت:
فَتَعٰلَی اللّٰهُ الۡمَلِکُ الۡحَقُّ۔ وَلَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یُّقۡضٰۤی اِلَیۡکَ وَحۡیُهٗ۔ وَقُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا
(سورۃ طٰہٰ آیت 115) کی تلاوت فرمائی۔

سوال اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کون سی دُعا سکھائی ہے؟

جواب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا کی دُعا سکھائی ہے۔

سوال اس دُعا کے متعلق حضور انور نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ دعا سکھا کر مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ یہ دعا صرف برائے دعا ہی نہیں کہ منہ سے کہہ دیا کہ اے اللہ میرے علم میں اضافہ کر اور یہ کہنے سے علم میں اضافے کا عمل شروع ہو جائے گا۔ بلکہ یہ توجہ ہے مومنوں کو، کہ ہر وقت علم حاصل کرنے کی تلاش میں رہو، علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ طالب علم ہو تو محنت سے پڑھائی کرو اور پھر دعا کرو تو اللہ تعالیٰ حقائق اشیاء کے راستے بھی کھول دے گا۔ علم میں اضافہ بھی کر دے گا اور پھر صرف یہ طالب علموں تک ہی بس نہیں ہے بلکہ بڑی عمر کے لوگ بھی یہ دعا کرتے ہیں۔

سوال علم حاصل کرنے کی اہمیت کے متعلق حضور انور نے کونسی حدیث بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک حدیث میں آتا ہے کہ اُطۡلُبُوا الۡعِلۡمَ مِنَ الۡمَهۡدِ اِلَی اللَّحۡدِ یعنی چھوٹی عمر سے لے کے، آخری عمر تک جب تک قبر میں پہنچ جائے انسان علم حاصل کرتا رہے۔

سوال حصول علم کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدیوں کو کیا ہدایت فرمائی؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں انہیں علم ومعرفت اور دلائل عطا کروں گا۔ اس کیلئے کوشش اور علم حاصل کرنے کا شوق اور دعا کہ اے میرے رب! میرے علم کو بڑھا، بہت ضروری ہے۔

سوال قرآن اور دین کا علم سیکھنے کیلئے کیا کرنا چاہئے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: قرآن کریم اور دینی علم حاصل کرنے کیلئے ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بے بہا خزانے مہیا فرمائے ہیں ان کو دیکھنا

ہوگا۔ ان کی طرف رجوع کریں، ان کو پڑھیں کیونکہ آپؑ نے ہمیں ہماری سوچوں کیلئے راستے دکھا دیئے ہیں۔ ان پر چل کر ہم دینی علم میں اور قرآن کے علم میں ترقی کر سکتے ہیں اور پھر اسی قرآنی علم سے دنیاوی علم اور تحقیق کے بھی راستے کھل جاتے ہیں۔

سوال علم سیکھنے اور سکھانے کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان علم حاصل کرے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے۔ ایک اور موقع پر فرمایا: علم حاصل کرو، علم حاصل کرنے کیلئے وقار اور سکینت کو اپناؤ اور جس سے علم سیکھو اسکی تعظیم و تکریم کرو اور اس سے ادب سے پیش آؤ۔

سوال حقیقی علم سے انسان کے اندر کیا پیدا ہوتا ہے؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اصل میں علم وہی ہے جس کے ساتھ تقویٰ ہو۔ اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ کبھی کسی قسم کا علم بھی تقویٰ سے دور لے جانے والا نہ ہو۔ علم وہی ہے جو تقویٰ کے قریب ترین ہو اور تقویٰ کی طرف لے جانے والا ہو، خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والا ہو۔

سوال ریاض الجنۃ کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا مطلب بیان فرمایا؟

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ریاض الجنۃ یعنی جنت کے باغوں میں سے گزرو تو خوب چرو۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ حضور یہ ریاض الجنۃ کیا چیز ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا علم کی مجلسیں ہیں۔

سوال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کن اغراض کی بناء پر علم حاصل کرنے سے منع فرمایا ہے؟

جواب حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم علم اس غرض سے حاصل نہ کرو کہ اسکے ذریعہ دوسرے علماء کے مقابلے میں فخر کر سکو۔ نہ اس لئے کہ جہلا میں اپنی بڑائی اور اکڑ دکھا سکو اور جھگڑے کی طرح ڈال سکو۔ اور نہ اس علم کی بنا پر اپنی شہرت اور نام و نمود کیلئے مجلسیں جماؤ۔ جو شخص ایسا کرے گا یا ایسا سوچے گا اس کیلئے آگ ہی آگ ہے یعنی اسے مصائب اور رسوائی کا سامنا کرنا ہوگا۔

سوال ایک احمدی کو دین کا پورا علم اور اس کی بصیرت حاصل کرنی چاہئے۔ کیوں؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر تم اس کی بابت پورا علم اور بصیرت حاصل نہیں کرو گے تو تمہارے یقین اور معرفت میں قوت کیونکر پیدا ہوگی۔ ذرا ذراسی بات پر شکوک وشبہات پیدا ہوں گے اور آخر قدم کو ڈگمگا جانے کا خطرہ ہے۔ دیکھو دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو اسلام قبول کر کے دنیا کے کاروبار اور تجارتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شیطان ان کے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ تجارت کرنی منع ہے۔ نہیں، صحابہ تجارتیں بھی کرتے تھے مگر وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تو اسلام کے متعلق سچا علم جو یقین سے ان کے دلوں کو لبریز کر دے انہوں نے حاصل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی میدان میں شیطان کے حملے سے نہیں ڈگمگائے۔ کوئی امر ان کو سچائی کے اظہار سے نہیں روک سکا۔

سوال علم کی تلاش میں لگے رہنے والا شخص کیسا ہوتا ہے؟

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص علم کی تلاش میں نکلے اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور فرشتے طالب علم کے کام پر خوش ہو کر اپنے پر اس کے آگے بچھاتے ہیں۔ عالم کیلئے زمین و آسمان میں رہنے والے بخشش مانگتے ہیں، یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی اسکے حق میں دعا کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چاند کی دوسرے ستاروں پر۔ اور علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء روپیہ پیسہ ورثہ میں نہیں چھوڑ جاتے بلکہ ان کا ورثہ علم و عرفان ہے جو شخص علم حاصل کرتا ہے وہ بہت بڑا نصیب اور خیر کثیر حاصل کرتا ہے۔

سوال اجتماعوں اور جلسوں میں شمولیت کی حضور انور نے کیا غرض بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب اجتماعات یا جلسوں پہ آتے ہیں تو ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور صرف یہی مقصد ہونا چاہئے کہ ہم نے یہاں سے اپنی علمی اور روحانی پیاس بجھانی ہے۔ اگر جلسوں پہ آکے پھر دنیاوی مجلسیں لگا کر بیٹھنا ہے اور ان سے پورا استفادہ نہیں کرنا تو پھر ان جلسوں پہ آنے کا فائدہ کیا ہے؟

سوال حضور انور نے واقفین نو کو زبان سیکھنے کے متعلق کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: وہ واقفین نو جو شعور کی عمر کو پہنچ چکے ہیں اور جن کا زبانیں سیکھنے کی طرف رجحان بھی ہے اور صلاحیت بھی ہے۔ خاص طور پر لڑکیاں۔ وہ انگریزی، عربی، اردو اور ملکی زبان جو سیکھ رہی ہیں جب سیکھیں تو اس میں اتنا عبور حاصل کر لیں کہ جماعت کی کتب اور لٹریچر وغیرہ کا ترجمہ کرنے کے قابل ہو سکیں تبھی ہم ہر جگہ نفوذ کر سکتے ہیں۔

......☆......☆......☆......

ولادت و درخواست دعا

خاکسار کے برادر نسبتی مکرم طاہر احمد امروہی صاحب کارکن فضل عمر پرنٹنگ پریس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نومولود کا نام حمزہ احمد تجویز فرمایا ہے۔ نومولود وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ بچہ مکرم محمد یونس امروہی صاحب کا پوتا اور مکرم ناظم علی صاحب آف امروہہ کا نواسہ ہے۔ بچے کی صحت و سلامتی، نیک صالح خادم دین بننے کیلئے قارئین بدر سے دعا کی درخواست ہے۔

(راجہ جمیل احمد صادق، انسپکٹر اخبار بدر قادیان)

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مسل نمبر 10386: مَیں شادمہ صدیقی بنت مکرم عبدالواحد صدیقی صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم عمر 19 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ باب الابواب ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 13/اگست 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: عبدالواحد صدیقی الامۃ: شادمہ صدیقی گواہ: واجدہ خانم

مسل نمبر 10387: مَیں شالینی ناصرہ طاہر زوجہ مکرم بی طاہر احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 29 سال تاریخ بیعت 2015، ساکن محلہ مسرور (کوٹھی دارالسلام) ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 6/جولائی 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: 6 کڑے 67.79 گرام، انگوٹھی 3.060 گرام، 3 نیکلیس و چین 59.80 گرام، برسلیٹ 6 گرام، 4 بالیاں 7.550 گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ) مذکورہ زیورات میں سے 2 کڑے اور ایک انگوٹھی بصورت حق مہر وصول پائی۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/2000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔
گواہ: ٹی. ایم. عبدالمجیب الامۃ: شالینی ناصرہ طاہر گواہ: بی. طاہر احمد

مسل نمبر 10388: مَیں حنا پروین بنت مکرم محمود الرحمن فانی صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم عمر 22 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ باب الامن ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 20/اگست 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: سید بشارت احمد الامۃ: حنا پروین گواہ: سید زبیر احمد

مسل نمبر 10389: مَیں خالد جمیل ولد مکرم ڈاکٹر غفور عبدالرشید صاحب مرحوم، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 58 سال، ساکن 102 بروک ڈینے ایونیو (Wartford) یو.کے، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 4/جولائی 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ ایک رہائشی جائداد بمقام Hertfordshire اور ایک Middlesex برطانیہ میں (نصف حصہ) میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار 2264 پاؤنڈ ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: محمد ظفر اللہ العبد: خالد جمیل گواہ: منیر. اے. جواہر

مسل نمبر 10390: مَیں افریدہ مقدس. ایم بی زوجہ مکرم مجیب احمد. ایم. پی صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 26 سال پیدائشی احمدی، موجودہ پتا: Royston Square گلاسگو (برطانیہ) مستقل پتا: Nanjappa منّارکاڈ، کیرالہ (انڈیا) بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 3/جولائی 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: 2 چین 10 گرام، 3 کڑے 9 گرام، 2 بالیاں 6 گرام، 2 انگوٹھیاں 4 گرام، 2 برسلیٹ 4 گرام (کل وزن 33 گرام) حق مہر 4 لاکھ انڈین روپئے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/1800 پاؤنڈ ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: رواح الدین عارف خان الامۃ: افریدہ مقدس. ایم بی گواہ: معاذ احمد

مسل نمبر 10391: مَیں شاہین بیگم زوجہ مکرم طاہر احمد خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 36 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ مسرور ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 28/اگست 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے: حق مہر: 30 ہزار روپئے بذمہ خاوند، زیور طلائی: 29 گرام 22 کیریٹ، زیور نقرئی: 200 گرام۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/600 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: طاہر احمد خان الامۃ: شاہین بیگم گواہ: ظہیر احمد بھٹی

مسل نمبر 10392: مَیں محسنہ اقبال زوجہ مکرم سید اقبال احمد صاحب مرحوم، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 49 سال پیدائشی احمدی، ساکن خانپور ملکی ڈاکخانہ غازی پور ضلع مونگیر صوبہ بہار، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 3/جون 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: یامین خان الامۃ: محسنہ اقبال گواہ: ایچ. اے. شرجیل

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان
Weekly **BADAR** Qadian
Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 70 Thursday 23 - September - 2021 Issue. 38

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.800/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

ایک ایک صف میں جا کر خط سنانا اور زبانی کہنا کہ عمر تو لوگوں کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ اَے اہل اسلام بے جگری سے لڑو

حضرت عمر یرموک کی خبر کے انتظار میں کئی دن سے سوئے نہیں تھے، فتح کی خبر پہنچی تو دفعۃً سجدے میں گرے اور خدا کا شکر ادا کیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی اور دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 17 ستمبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے واقعات کا ذکر چل رہا تھا۔ آج جنگ یرموک کے بارے میں بیان کروں گا جو 15 ہجری میں ہوئی۔ رومی جب شکست کھا کھا کر دمشق اور حمص وغیرہ سے نکلے تو انہوں نے ہرقل سے فریاد کی کہ عرب نے تمام شام کو پامال کر دیا ہے۔ اس پر ہرقل نے چند ہوشیار اور معزز آدمیوں کو دربار میں طلب کیا اور کہا کہ عرب تم سے زور میں جمعیت میں ساز و سامان میں کم ہیں پھر تم ان کا مقابلہ کیوں نہیں کر سکتے؟ اس پر سب نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ قیصر کو سخت غیرت آئی اور نہایت جوش کے ساتھ آمادہ ہوا کہ اپنی شہنشاہی کا پورا زور عرب کے مقابلے میں صرف کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے چاروں اطراف سے اس قدر فوج جمع کی کہ انطاکیہ کے چاروں طرف جہاں تک نگاہ جاتی تھی فوجوں کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ کو فکر لاحق ہوئی کہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ یزید بن ابی سفیان نے جو امیر معاویہ کے بھائی تھے مشورہ دیا کہ خالد اور عمرو بن عاص کو خط لکھا جائے کہ دمشق اور فلسطین سے چل کر ہماری مدد کو آئیں۔ عام حاضرین نے یہ رائے دی کہ حمص میں ٹھہر کر فوجی امداد کا انتظار کیا جائے۔ ابوعبیدہ نے کہا کہ اتنا وقت کہاں ہے۔ آخر یہ رائے ٹھہری کہ حمص کو چھوڑ کر دمشق روانہ ہوں وہاں خالد موجود ہیں اور عرب کی سرحد قریب ہے یہ ارادہ مصمم ہو چکا تو حضرت ابوعبیدۃ نے حبیب بن مسلمہ کو جو افسر خزانہ تھے بلا کر کہا کہ عیسائیوں سے جو جزیہ لیا ہے وہ انہیں واپس کر دیا جائے۔ چنانچہ کئی لاکھ کی رقم جو وصول ہوئی تھی سب کی سب واپس کر دی گئی۔ عیسائیوں پر اس واقعہ کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ روتے جاتے تھے اور جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ خدا تم کو پھر اس جگہ واپس لائے۔

حضرت ابوعبیدہ حمص سے پہلے دمشق اور دمشق سے روانہ ہو کر اُردن کی حدود میں یرموک پہنچ کر قیام کیا۔ یرموک شام کے نواح میں نشیبی وادی تھی جہاں دریائے اردن بہتا تھا۔ عمرو بن عاص بھی یہیں آ کر ملے۔ ادھر رومیوں کی آمد اور ان کے سامان کا حال سن کر مسلمان گھبرائے جاتے تھے۔ ابوعبیدۃ نے حضرت عمر کے پاس ایک اور قاصد دوڑایا اور لکھا کہ رومی بحر و بر سے اُمڈ پڑے ہیں اور جوش کا یہ حال ہے کہ فوج جس راہ سے گزرتی ہے راہب اور خانقاہ نشین جنہوں نے کبھی خلوت سے قدم باہر نہیں نکالا وہ بھی نکل نکل کر فوج کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں۔ جب یہ خط پہنچا تو حضرت عمر نے مہاجرین اور انصار کو جمع کیا اور خط پڑھ کر سنایا۔ تمام صحابہ بے اختیار رو پڑے اور نہایت جوش کے ساتھ پکار کر کہا کہ امیر المؤمنین خدا کیلئے ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے بھائیوں پر جا کر نثار ہو جائیں۔ بالآخر رائے یہ ٹھہری کہ اور امدادی فوجیں بھیجی جائیں۔ حضرت عمر نے قاصد سے دریافت کیا کہ دشمن کہاں تک آ گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ یرموک سے تین چار منزل کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ حضرت عمر نہایت غمزدہ ہوئے اور فرمایا کہ افسوس اب کیا ہو سکتا ہے اتنے عرصہ میں کیونکر مدد پہنچ سکتی ہے۔ آپؓ نے ابوعبیدہ کے نام نہایت پرتاثیر الفاظ میں ایک خط لکھا اور قاصد سے کہا کہ خود ایک ایک صف میں جا کر یہ خط سنانا اور زبانی کہنا کہ عمر تم لوگوں کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اہل اسلام بے جگری سے لڑو اور اپنے دشمنوں پر شیروں کی طرح جھپٹو اور تلواروں سے ان کی کھوپڑیوں کو کاٹ ڈالو اور چاہئے کہ وہ لوگ تمہارے نزدیک چیونٹیوں سے بھی حقیر ہوں۔ ان کی کثرت تم لوگوں کو خوفزدہ نہ کرے۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس دن قاصد ابوعبیدۃ کے پاس آیا اسی دن سعید بن عامر بھی ایک ہزار آدمی کے ساتھ پہنچ گئے۔ مسلمانوں کو نہایت تقویت ہوئی اور انہوں نے نہایت استقلال کے ساتھ لڑائی کی تیاریاں شروع کیں۔ رومی بھی بڑے سروسامان سے نکلے تھے۔ دو لاکھ سے زیادہ جمعیت تھی۔ فوجیں بالمقابل آ گئیں تو ایک بطریق صف چیر کر نکلا (بطریق عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں کو کہتے ہیں) اور کہا کہ میں تنہا لڑنا چاہتا ہوں۔ خالد نے قیس بن ہبیرہ کی طرف دیکھا۔ قیس اس طرح جھپٹ کر پہنچے کہ بطریق ہتھیار بھی نہیں سنبھال سکا کہ قیس کی تلوار خُود کو کاٹتی ہوئی گردن تک اتر گئی۔ بطریق ڈگمگا کر گھوڑے سے گرا۔ ساتھ ہی مسلمانوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ خالد نے کہا شگون اچھا ہے اور اب خدا نے چاہا تو آگے فتح ہماری ہے۔ عیسائیوں نے خالد کے ہمرکاب افسروں کے مقابلے میں جدا جدا فوجیں متعین کیں لیکن سب نے شکست کھائی۔ رومیوں نے دیکھا کہ ہم تو شکست کھا رہے ہیں تو ان کے سپہ سالار باہان نے چاہا کہ مال و زر کی طمع دلا کر ان کو یہاں سے ٹالا جائے۔ باہان نے بات چیت کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے خالد بن ولید کو بطور سفیر گفتگو کیلئے بھیجا۔ گفتگو شروع ہوئی۔ باہان نے کہا اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو انعام کے طور پر سپہ سالار کو دس ہزار دینار اور افسروں کو ہزار ہزار اور عام سپاہیوں کو سو سو دینار دلا دیئے جائیں گے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے باہان کے سامنے اسلامی تعلیمات بیان کیں اور کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان عقائد کو تمام دنیا کے سامنے پیش کریں جس نے ان کو مانا وہ مسلمان ہے اور ہمارا بھائی ہے۔ جس نے نہ مانا لیکن جزیہ دینا قبول کیا اسکے ہم حامی اور محافظ ہیں جس کو دونوں سے انکار ہے اس کیلئے تلوار ہے۔ باہان نے کہا کہ ہم جزیہ لیتے ہیں دیتے نہیں۔ غرض کوئی معاملہ طے نہیں ہوا اور خالد اٹھ کر چلے آئے۔ اب اُس آخری لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں جس کے بعد رومی پھر کبھی سنبھل نہ سکے۔ صبح ہوئی تو رومی اس جوش اور سروسامان سے نکلے کہ مسلمانوں کو بھی حیرت ہوگئی۔

مسلمان فوج کی تعداد اگرچہ کم تھی یعنی تیس پینتیس ہزار سے زیادہ آدمی نہ تھے لیکن تمام عرب میں منتخب تھے۔ ان میں سے خاص وہ بزرگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا تھا ایک ہزار تھے۔ سو بزرگ وہ تھے جو جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ عرب کے مشہور قبائل میں سے دس ہزار سے زیادہ صرف ازد کے قبیلے کے لوگ تھے۔ اس معرکے کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ عورتیں بھی اس میں شریک تھیں اور نہایت بہادری سے لڑیں۔ ادھر رومیوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ تیس ہزار آدمیوں نے پاؤں میں بیڑیاں پہن لیں کہ ہٹنے کا خیال تک نہ آئے۔ دو لاکھ کا ٹڈی دل لشکر ایک ساتھ تیروں کا مینہ برساتے ہوئے آگے بڑھا۔ مسلمان دیر تک ثابت قدم رہے لیکن حملہ اس زور کا تھا کہ دایاں حصہ ٹوٹ کر فوج سے الگ ہو گیا اور نہایت بے ترتیبی سے پیچھے ہٹا۔ ہزیمت یافتہ ہٹتے ہٹتے عورتوں کے خیمہ گاہ تک پہنچ گیا۔ عورتوں کو مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر سخت غصہ آیا اور خیمہ کی لکڑیاں اکھاڑ لیں اور پکاریں کہ نامُرادو ادھر آئے تو لکڑیوں سے تمہارے سر توڑ دیں گے۔ یہ حالت دیکھ کر معاذ بن جبل جو میمنہ کے ایک حصہ کے سپہ سالار تھے گھوڑے سے کود پڑے اور کہا کہ میں تو پیدل لڑتا ہوں لیکن کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کر سکے تو گھوڑا حاضر ہے۔ ان کے بیٹے نے کہا کہ ہاں یہ حق میں ادا کروں گا کیونکہ میں سوار ہو کر اچھا لڑ سکتا ہوں۔ غرض دونوں باپ بیٹے فوج میں گھس گئے اور دلیری سے جنگ کی کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں سنبھل گئے۔ ساتھ ہی حجاج جو قبیلہ زبیدہ کے سردار تھے پانچ سو آدمی لے کر بڑھے اور عیسائیوں کو جو مسلمانوں کا تعاقب کرتے چلے آتے تھے روک لیا۔ میمنہ میں قبیلہ ازد شروع حملہ سے ثابت قدم رہا۔ عیسائیوں نے لڑائی کا سارا زور ان پر ڈالا لیکن وہ پہاڑ کی طرح جمے رہے۔ عمرو بن طفیل جو قبیلہ کے سردار تھے تلوار مارتے جاتے تھے اور للکارتے جاتے تھے کہ ازدیو دیکھنا مسلمانوں پر تمہاری وجہ سے داغ نہ آئے۔ نو بڑے بڑے بہادر ان کے ہاتھ سے مارے گئے اور آخر خود بھی وہ شہید ہوئے۔

حضرت خالد نے اپنی فوج کو پیچھے لگا رکھا تھا دفعۃً صف چیر کر نکلے اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں پلٹ دیں۔ عکرمہ نے گھوڑا آگے بڑھایا اور کہا عیسائیو میں کسی زمانے میں کفر کی حالت میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑ چکا ہوں، کیا آج تمہارے مقابلے میں میرا پاؤں پیچھے پڑ سکتا ہے، یہ کہہ کر فوج کی طرف دیکھا اور کہا مرنے پر کون بیعت کرتا ہے۔ چار سو شخصوں نے عکرمہ میرے ساتھ مرنے پر بیعت کی اور اس ثابت قدمی سے لڑے کہ قریباً سب کے سب وہیں کٹ کر رہ گئے لیکن رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد کر دیئے۔ خالد کے حملوں نے اور بھی ان کی طاقت توڑ دی یہاں تک کہ آخر ان کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ عین اسی وقت جب ادھر میمنہ میں بازار قتال گرم تھا تو ابن قناطیر نے جو رومیوں کے میمنہ کا سردار تھا میسرۃ پر حملہ کیا اس حصہ پر متعین مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ رومی بھاگتے ہوؤں کا پیچھا کرتے ہوئے خیموں تک پہنچ گئے۔ عورتیں یہ حالت دیکھ کر بے اختیار نکل پڑیں اور ان کی پامردی نے عیسائیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ فوج اگرچہ ابتر ہو گئی تھی لیکن افسروں میں سے قباث بن اشیم، سعید بن زید، یزید بن ابوسفیان، عمرو بن عاص، شرحبیل بن حسنہ داد شجاعت دے رہے تھے یہاں تک کہ اکھڑی ہوئی فوج پھر سنبھل گئی اور شرحبیل نے ان کو لے کر اس بہادری سے جنگ کی کہ رومی جو لڑتے چلے آتے تھے بڑھنے سے رک گئے ادھر عورتیں خیموں سے نکل نکل کر فوج کی پشت پر آ کھڑی ہوئیں اور چلا کر کہتی تھیں کہ میدان سے قدم ہٹایا تو پھر ہمارا منہ نہ دیکھنا۔ لڑائی کے دونوں پہلو اب تک برابر تھے بلکہ غلبہ کا پلہ رومیوں کی طرف تھا جو دفعۃً قیس بن ہبیرہ جن کو خالد نے فوج کا ایک حصہ دے کر میسرۃ کی پشت پر متعین کر دیا تھا عقب سے نکلے اور اس طرح ٹوٹ کر حملہ کیا کہ رومی سرداروں نے بہت سنبھالا مگر فوج سنبھل نہ سکی۔ تمام صفیں ابتر ہو گئیں اور گھبرا کر پیچھے ہٹیں۔ ساتھ ہی سعید بن زید نے قلب سے نکل کر حملہ کیا۔ رومی دور تک ہٹتے چلے گئے یہاں تک کہ میدان کے سرے پر جو نالہ تھا اسکے کنارے تک آ گئے۔ تھوڑی دیر میں ان کی لاشوں نے وہ نالہ بھر دیا اور میدان خالی ہو گیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس اہم ترین جنگ میں عظیم الشان فتح سے ہمکنار کیا۔ رومیوں کے ایک لاکھ سے زیادہ آدمی مارے گئے۔ مسلمانوں کی طرف سے تین ہزار کا نقصان ہوا۔ ابوعبیدۃ نے حضرت عمر کو فتح کی خوش خبری کا خط لکھا اور ایک مختصر سی سفارت بھیجی جن میں حذیفہ بن یمان بھی تھے۔ حضرت عمر یرموک کی خبر کے انتظار میں کئی دن سے سوئے نہیں تھے۔ فتح کی خبر پہنچی تو دفعۃً سجدے میں گرے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad